سلسلہ: ۱۷

ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ

# امام ابوحنیفہ کی تابعیت اور صحابہ سے ان کی روایت

از


مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

استاذ شعبہ عربی جامعہ کراچی



ناشر

ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر


قیمت: ۶۰/ روپے

# فہرست امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت

## مادہ تاریخ طباعت

**امام ابوحنیفہ (کوفی) کی تابعیت (حصہ اول)**

۱۳ ھ ۱۴

امام ابوحنیفہ کی تابعیت و سلوب سنجیدگی (: سلوب مجلی)

۱۳ ھ ۱۴

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

# عرضِ ناشر

حق تعالیٰ کا یہ محض فضل ہے کہ اس نے "الرحیم اکیڈمی" کو نہایت معلومات آفریں کتاب "امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت" کو شائع کرنے کی توفیق دی۔ یہ پروفیسر مولانا محمد عبد الرشید نعمانی چیئرمین شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی کا علمی و تحقیقی شاہکار ہے۔

اہلِ علم اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ اسلامی دنیا کی اکثریت فقہی احکام میں امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی پیرو ہے۔ امام صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا ان میں سے ایک اہم خصوصیت ان کی تابعیت ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جس میں ائمہ مذاہب اربعہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ ہی یکتا و منفرد ہیں۔ یہ کتاب اس موضوع پر نہایت جامع اور قیمتی معلومات پر مشتمل ہے جس سے اردو زبان کا دامن خالی تھا۔

اس کتاب کے چند اہم مباحث حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ تابعیت کیا ہے۔

۲۔ امام ابوحنیفہؒ نے کن کن صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے۔

۳۔ کن حضرات صحابہؓ سے آپ کو شرفِ ملاقات حاصل ہے۔

۴۔ کن حضرات صحابہؓ سے آپ کی روایت ثابت ہے۔

ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت امام اعظمؒ کے طفیل اس کوشش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور ہمیں ان کی برکت سے سرفراز کرے۔ آمین۔

احقر العباد

ڈاکٹر محمد عبد الرحمٰن غضنفر غفر اللہ ولوالدیہ

۸ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن تبعہم باحسان الیٰ یوم الدین

## ۱ - امام اعظم کی امتیازی خصوصیات

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اربعہ میں ایک خاص ممتاز اور منفرد حیثیت کے حامل ہیں جس کی وجہ ان کی وہ خصوصیات اور امتیازات ہیں جو دوسرے ائمہ میں نہیں پائے جاتے اور انھیں خصوصیات کی بنا پر آپ کو امام اعظمؒ کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔

علماء نے آپ کی بہت سی خصوصیتیں بتائی ہیں جن میں چند اتنی اہم ہیں کہ ان کی وجہ سے امام صاحب نہ صرف فقہاء بلکہ محدثین میں بھی ممتاز ہو گئے ہیں۔

ان خصوصیات میں ایک امتیازی خصوصیت جو تاریخی اور دینی دونوں اعتبار سے انتہائی اہم ہے وہ ان کی تابعیت ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمہ اربعہ میں امام صاحب کے علاوہ یہ منصب کسی اور امام کو حاصل نہ ہو سکا۔

## ۲ - بارگاہِ رسالت سے بیک واسطہ تلمذ

اس تابعیت کی بنا پر آپ کو بارگاہِ رسالتؐ سے بیک واسطہ تلمذ کا شرف حاصل ہے اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس نے امام صاحب کو اپنے معاصر اور بعد کے آنے والے محدثین میں اسنادِ عالی کی حیثیت سے ممتاز کر دیا ہے۔ دوسرے ائمہ کی اسانید عالیہ پر نظر ڈالیے، امام مالک تبع تابعی ہیں اس لیے ان کی احادیث میں سب سے عالی ثنائیات ہیں[1]

---

[1] یعنی وہ روایات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدو واسطہ مروی ہیں۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی چونکہ کسی تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے اعلیٰ مرویات "ثلاثیات"[۱] شمار کی جاتی ہیں۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد اور امام ترمذی کی بھی چونکہ بعض تبع تابعین سے ملاقات ہو گئی تھی اس لیے وہ بھی اس فضیلت میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے شریک ہیں۔ امام مسلم اور امام نسائی کی کسی تبع تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے اعلیٰ روایات "رباعیات"[۲] ہیں۔

۳- کتاب الآثار کی تصنیف

اسی طرح محدثین میں امام اعظمؒ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے فقہی ابواب کی ترتیب پر علم حدیث میں سب سے پہلے کتاب الآثار جیسی بیش بہا تصنیف مرتب فرما کر بعد کے آنے والے ائمہ کے لیے ترتیب و تدوین کا ایک عمدہ نمونہ قائم کیا۔

۴- ہندوستان میں امام صاحب کی تابعیت سے بعض علماء کا انکار

تاریخ و تراجم کی کتابوں میں یہ بحث تو پہلے سے چلی آتی ہے کہ آیا امام صاحبؒ کی صحابہ سے روایت ثابت ہے یا نہیں۔ لیکن امام اعظمؒ کی رؤیت صحابہ سے کسی مورخ کو انکار نہیں۔ البتہ گزشتہ صدی کے آخر میں جب ہندوستان میں تحریک اہل حدیث نے زور پکڑا اور تقلید و عدم تقلید کی بحثیں چھڑیں تو بعض حضرات نے مخالفت کے جوش میں امام صاحبؒ کی تابعیت پر بھی کلام کیا اور صحابہ سے امام اعظمؒ کی نہ صرف روایت بلکہ رؤیت سے بھی انکار کر دیا۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، اردو میں یہ بحث مولانا نواب قطب الدین صاحب دہلوی شارح مشکوٰۃ کی مشہور کتاب تنویر الحق کے بعد شروع ہوئی جو تقلید ائمہ کے ثبوت میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کی ابتدا میں فضائل امام اعظمؒ پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے منجملہ اور فضائل کے ان کی تابعیت کا بھی ذکر کیا تھا۔ اور صحابہ سے امام اعظمؒ کی روایت کو ثابت کیا تھا۔ اس رسالے کے جواب میں سرخیل اہل حدیث جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے "معیار الحق" لکھی۔ جس میں صحابہ سے امام اعظمؒ کی رؤیت اور روایت دونوں کے ثبوت

---

۱ وہ روایتیں جو تین واسطوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔

۲ وہ روایات جن کے سلسلۂ سند میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک چار واسطے ہیں۔

کا انکار کیا۔ پھر "معیار" کے جواب میں علماء احناف کی طرف سے دو کتابیں لکھی گئیں۔ ایک "انتصار الحق" مؤلفہ مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری، دوسری مدار الحق مؤلفہ مولانا محمد شاہ صاحب صدیقی۔ ان دونوں کتابوں میں تابعیت پر تفصیلی بحث کی گئی اور دلائل سے اس کا اثبات کیا گیا۔

## ۵۔ مولانا شبلی کا ثبوت روایت سے انکار

اس کے بعد مولانا شبلی نے سیرۃ النعمان لکھی جس میں انتہائی سنجیدہ اور تحقیقی انداز میں امام صاحب کے حالات زندگی سپرد قلم کیے۔ اس کتاب میں مولانا شبلی نے اگرچہ امام اعظم کی تابعیت کا اثبات کیا ہے لیکن روایت صحابہ کے سلسلہ میں ان کی رائے بعض متاخرین شوافع کی رائے سے متاثر ہو گئی۔ اس لئے اس بارے میں انھوں نے زیادہ تحقیق سے کام نہیں لیا بلکہ انھیں بعض علماء شوافع کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے امام اعظم کی روایت صحابہ سے انکار کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں وہی دلائل نقل کر دیئے جو صاحب الخیرات الحسان نے اپنی کتاب میں بیان کیے تھے۔

اب حال ہی میں مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی نے اپنی مشہور کتاب "ابن ماجہ اور علم حدیث" میں صحابہ سے امام اعظم رحمہ اللہ کی روایت کے اثبات پر ایک نہایت قیمتی بحث سپرد قلم کی ہے جو قابل دید ہے۔ اس کے علاوہ موصوف نے اپنی عربی تصنیف "التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم" اور "التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات"؎ میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نہایت سیر حاصل بحث کی ہے جو نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔

اس مسئلہ پر بحث شروع کرنے سے پہلے سب سے اول تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ شرعی نقطہ نظر سے تابعیت کی کیا اہمیت ہے؟ اور وہ کیوں باب مناقب کی ایک اہم خصوصیت اور قابل فخر چیز بن گئی ہے؟ اور اس کے بعد پھر اس پر غور کرنا چاہیے کہ تابعی کی تعریف

---

؎ یہ دونوں کتابیں ادارہ "سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سندھ" نے عربی ٹائپ میں نہایت عمدہ کاغذ پر شائع کی ہیں۔ "التعلیق القویم" امام مسعود ابن شیبہ سندھی کی "مقدمہ کتاب التعلیم" کا حاشیہ ہے۔ اور "تعلیقات" مخدوم عبداللطیف ٹھٹھوی سندھی کی "ذب ذبابات الدراسات" کا، یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں ہے اور ملا معین سندھی کی "دراسات اللبیب" کا رد ہے۔

کیا ہے؟ اور کون شخص اس فضیلت کا حامل بن سکتا ہے؟

۶ - تابعیت کی فضیلت | اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں ان ہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی!

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۔

اور جو آگے والے ہیں، وہی نعمت کے باغوں میں خاص قرب والے ہیں۔

اور حدیث میں ہے:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الناس قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یجیء قوم تسبق شهادة احدهم یمینه ویمینه شهادته۔ متفق علیه (مشکوٰۃ المصابیح، باب الاقضية والشهادات الفصل الاول)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان سے پیوستہ ہیں، پھر وہ جو ان سے پیوستہ ہیں۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان میں سے کسی کی گواہی اس کی قسم سے پہلے ہوگی اور کسی کی قسم گواہی سے پہلے۔ (مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی شخص کو قسم کھانے میں باک ہوگا نہ گواہی دینے میں۔ بلکہ آگے سے آگے گواہی دینے اور قسم کھانے کے لئے تیار ہوں گے۔)

ان آیات واحادیث پر غور کیجیے۔ سابقیت، مقربیت، رضاء الٰہی، وعدۂ دخول جنت اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا، فوز عظیم اور خیریت زمانی۔ یہ وہ فضائل اور خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے شرف تابعیت باب مناقب کی ایک عظیم خصوصیت اور انتہائی قدر ومنزلت کی چیز بن گئی ہے۔

۷۔ **تابعی کی تعریف** : اب تابعی کی تعریف پر غور کیجیے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ کون لوگ اس فضیلت کے حامل ہو سکتے ہیں۔

حافظ ابن صلاح الشہرزوری ؒ اپنی کتاب علوم الحدیث المعروف بمقدمہ ابن الصلاح میں فرماتے ہیں :

قال الخطیب التابعی من صحب الصحابی قلت ومطلقه مخصوص بالتابعی باحسان ویقال للواحد منهم تابع وتابعی. وکلام الحاکم ابی عبداللہ وغیرہ مشعر بانه یکفی فیه ان یسمع من الصحابی او یلقاہ وان لم توجد الصحبة العرفیة. والاکتفاء فی هذا بمجرد اللقاء والرؤیة اقرب منه فی الصحابی نظرًا الی مقتضی اللفظین فیهما. ؎

خطیب کہتے ہیں: جس شخص نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو وہ تابعی ہے۔ میں (ابن صلاح) کہتا ہوں: مطلق تابعی کا لفظ اس تابعی کے ساتھ مخصوص ہے جو صحابہ کی اچھی طرح اتباع کرے اور ہر ایک واحد کے لیے تابع اور تابعی دونوں لفظوں کا استعمال ہوتا ہے۔ ابی عبداللہ حاکم وغیرہ کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تابعی ہونے کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ اس کو کسی صحابی سے سماع یا لقاء حاصل ہو، اگرچہ صحبت عرفیہ نہ پائی جائے۔ اور لقاء اور رؤیت کے لفظ سے صحابی و تابعی کے الفاظ کے مقتضی پر غور کیا جائے تو بہ نسبت صحابی کے تابعی کے بارے میں مجرد لقاء اور رؤیت پر اکتفا کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۸۔ **تابعیت کے لیے مجرد روایت کافی ہے**

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حافظ ابن صلاح کے نزدیک مجرد رؤیت تابعیت کے لیے کافی ہے چنانچہ اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے حافظ زین الدین العراقی ؒ فرماتے ہیں :

وفیه امور احدها ان تقدیم المصنف کلام الخطیب فی حد التابعی علی کلام الحاکم وغیرہ وتصدیرہ

یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں۔ منجملہ ان کے ایک مصنف کا تابعی کی تعریف میں خطیب کے کلام کو حاکم وغیرہ کے کلام پر مقدم کرنا اور اس کے ذریعے اپنے کلام کا آغاز کرنا یہ وہم پیدا

---

؎ ص [illegible] طبع حلب۔

ثم كلامه ربما يوهم ترجيح القول الذي بعده وليس كذلك بل الراجح الذي عليه العمل قول الحاكم وغيره في الاكتفاء بمجرد الرؤية دون اشتراط الصحبة وعليه يدل تصرف أئمة الحديث مسلم بن الحجاج وأبي حاتم بن حبان وأبي عبد الله الحاكم وعبد الغني بن سعيد وغيرهم[1]

کہا گیا ہے کہ اس قول کو بعد والے قول پر ترجیح ہے حالانکہ واقعہ میں ایسا نہیں ہے بلکہ قول راجح جس پر عمل درآمد ہے وہ حاکم وغیرہ کا قول ہے کہ مجرد رؤیت کافی ہے اور صحبت کی شرط نہیں ہے اور اسی پر ائمہ حدیث مسلم بن الحجاج، ابی حاتم بن حبان، ابی عبداللہ الحاکم اور عبدالغنی بن سعید وغیرہ کا عمل بھی دلالت کر رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ نہ صرف ابن صلاح بلکہ اس فن کے مستند ائمہ مسلم بن الحجاج، ابن حبان، حاکم اور عبدالغنی بن سعید کی رائے بھی یہی ہے۔ البتہ ابن حبان نے یہ شرط لگائی ہے کہ رؤیت ایسے سن میں ہونا چاہیے جس میں وہ راوی اس حدیث کو یاد بھی کر سکے۔

اسی طرح علامہ محی الدین النووی "تقریب" میں تابعی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قیل هو من صحب صحابیا وقیل من لقیه، وهو الاظهر۔[2]

کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تابعی وہ ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

دیکھئے اس عبارت میں بھی علامہ نووی نے تابعی کی تعریف میں صرف لقاء ہی کو ظاہر بتایا ہے۔

اور حافظ جلال الدین سیوطی تقریب نووی کی شرح تدریب الراوی میں عبارت بالا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقیل هو من لقیه وان لم یصحبه کما قیل فی الصحابی وعلیه الحاکم، قال ابن الصلاح وهو اقرب

کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اگرچہ اس کی صحبت سے مستفید نہ ہوا ہو جیسا کہ صحابی کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ یہی حاکم کی رائے ہے۔ ابن صلاح

---

[1] التقیید والایضاح صفحہ ۳۰۰ طبع حلب [2] تقریب النووی صفحہ ۲۳ طبع مصر۔

المصنف وهو الاظهر. قال العراقي وعليه عمل الاكثرين من اهل الحديث.[1]

نے کہا ہے یہی زیادہ قریب ہے مصنف نے بھی اسی کو زیادہ ظاہر بتایا ہے۔ عراقی نے کہا ہے کہ اہل حدیث (محدثین) میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے۔

امام سیوطی کی اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ اہل فن کے نزدیک تابعیت کے لیے مجرد رؤیت کافی ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

التابعي وهو من لقي الصحابي كذلك وهذا متعلق باللقي وهذا هو المختار خلافا لمن اشترط في التابعي طول الملازمة او صحة السماع او التمييز.[2]

تابعی وہ شخص ہے جس نے اسی طرح صحابی سے ملاقات کی ہو۔ اور یہی مذہب مختار ہے برخلاف ان لوگوں کے جو تابعی کے لیے طول ملازمت یا صحت سماع یا سن تمییز کو شرط قرار دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کی رائے میں بھی مجرد لقاء کافی ہے اور انھوں نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

اسی طرح حافظ صاحب کے شاگرد حافظ سخاوی فرماتے ہیں:

فالتابع اللاقي لمن قد صحب النبي صلى الله عليه وسلم واحدا فاكثر سواء كانت الرؤية من الصحابي نفسه حيث كان التابعي اعمى او بالعكس او كانا جميعا كذلك يصدق انهما تلاقيا وسواء كان مميزا ام لا سمع منه ام لا.[3]

تابعی وہ ملاقات کرنے والا ہے ایک یا ایک سے زائد ان حضرات سے کہ جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہو۔ خواہ خود صحابی نے اس کو دیکھا ہو بایں طور کہ تابعی نابینا ہو یا اس کے برعکس ہو کہ صحابی نابینا ہو یا دونوں ہی نابینا۔ تب بھی یہ بات صادق آئے گی کہ انھوں نے باہم ملاقات کی ہے اور خواہ تابعی سن تمیز کو پہنچا ہو یا نہیں اور خواہ اس نے صحابی سے سماع کیا ہو یا نہیں۔

---

[1] تدریب الراوی صفحہ ۲۱۲ طبع مصر [2] نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۱۰۲ طبع لاہور
[3] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث صفحہ ۴۶۸ طبع لکھنؤ۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف واضح ہے کہ اکثر اصولِ حدیث کے نزدیک ثبوتِ تابعیت کے لیے مجرد کسی صحابی کی رؤیت کافی ہے۔ البتہ خطیب بغدادی کے نزدیک صحبتِ صحابی ضروری ہے۔ لیکن صحبت کی نفی ایک تو خود حدیثِ نبوی سے ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| طوبیٰ لمن رآنی وآمن بی و | خوشی ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر |
| طوبیٰ لمن رأی من رآنی ۔ | ایمان لایا۔ اور خوشی ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے |
| (رواہ الطبرانی والحاکم عن عبداللہ بن بسر) لہ | دیکھنے والے کو دیکھا۔ |

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیت ہی کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو کہ مطلق ہے لہٰذا اس مطلق کو صحبت یا کسی قسم کی کسی اور قید سے مقید کرنا درست نہ ہوگا اس لیے کہ اصولِ فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے: المطلق یجری علی اطلاقہ۔

دوسرے یہ کہ خود خطیب بغدادی کے طرزِ عمل سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد بھی صحبت سے یہاں صحبتِ لغوی ہے جس میں ایک نظر کی ملاقات بھی کافی ہے۔ نہ کہ صحبتِ عرفی کہ جس میں صرف ملاقات کافی نہیں بلکہ کچھ عرصہ تک ساتھ رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ خطیب نے منصور بن المعتمر کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا ہے حالانکہ تمام ائمہ حدیث جیسے مسلم بن الحجاج، ابن حبان وغیرہ ان کو تبع تابعین میں شمار کرتے ہیں اور امام نووی ان کے متعلق صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ وہ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہیں۔

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حافظ زین الدین عراقی مقدمہ ابن صلاح کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

| | |
|---|---|
| الامر الثانی ان الخطیب وان کان قال | دوسری بات یہ ہے کہ خطیب نے اگرچہ کتاب الکفایہ میں جیسا کہ |
| فی کتاب الکفایۃ ما حکاہ عنہ المصنف | مصنف نے ان سے نقل کیا ہے یہ کہا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے |
| من ان التابعی من صحب الصحابی فلہ | جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو۔ اس کے باوجود خطیب نے |
| عد منصور بن المعتمر من التابعین فی | منصور بن المعتمر کو اپنے اس "جزء" میں کہ جس کا موضوع یہ ہے، |
| جزء لہ جمع فیہ روایۃ الستۃ من | ان روایات کو جمع کرنا جن میں مسلسل چھ تابعین کی روایت |
| التابعین بعضہم عن بعض وذلک فی | ایک دوسرے سے پائی جاتی ہے۔ تابعین میں شمار کیا ہے اور |

لہ مرقات شرح مشکوٰۃ باب مناقب اصحاب، الفصل الثانی۔

الحديث الذي رواه الترمذي والنسائي من رواية منصور بن المعتمر عن هلال بن يساف عن ربيع بن خثيم عن عمرو بن ميمون عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن امرأة من الانصار عن ابي ايوب مرفوعا قل هو الله احد ثلث القرآن. قال الخطيب منصور بن المعتمر لم يلق ابن ابي اوفى. قلت وانما له رؤية له فقط الصحبة والسماع. وقد ذكره مسلم وابن حبان وغيرهما في طبقة اتباع التابعين والمزي عده في طبقة التابعين وقال النووي في شرح مسلم ليس بتابعي ولكنه من اتباع التابعين. فقد عده الخطيب في التابعين وان لم يعرف له صحبة لانه رأى ابن ابي اوفى فحمل قوله في الكفاية من صحب الصحابي على ان المراد اللقي جمعا بين كلاميه والله اعلم۔ [1]

وہ حدیث ہے جس کو ترمذی اور نسائی نے بروایت منصور بن المعتمر عن ہلال بن یساف عن ربیع بن خثیم عن عمرو بن میمون عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن امرأۃ من الانصار حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثلث القرآن ہے۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد خطیب کے الفاظ ہیں کہ منصور بن المعتمر لم یلق ابن ابی اوفیٰ یعنی ملاقات کیا ہونا۔ منصور کو حضرت ابن ابی اوفیٰ صحابی کی فقط رؤیت حاصل تھی نہ کہ صحبت و سماع۔ چنانچہ مسلم، ابن حبان اور دوسرے لوگوں نے ان کو تبع تابعین ہی میں ذکر کیا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ ان کو کسی نے تابعین میں ذکر کیا ہے۔ اور نووی شرح مسلم میں کہتے ہیں کہ وہ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہیں۔ اب غور فرمائیے کہ اگرچہ ان کی صحبت حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے معروف نہیں ہے۔ اس کے باوجود خطیب نے ان کو تابعین میں ذکر کیا ہے۔ لہٰذا خطیب نے کفایہ میں جو یہ کہا ہے کہ من صحب الصحابی تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ یہاں ان کے کلام میں صحبت سے مراد لقاء ہے تاکہ ان کی دونوں باتوں میں تطبیق ہو جائے۔

بلکہ علامہ سخاوی نے تو اس بارے میں یہاں تک لکھا ہے کہ لفظ صحبت کے بارے میں لغت اور عرف دونوں کا استعمال قریب قریب ایک ہی معنی میں ہوتا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

فالعرف واللغة فيه متقاربان هذا مع ان الخطيب عد منصور بن المعتمر

یاد رکھیے صحابیت کے باب میں عرف اور لغت دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات

---

[1] التقیید والایضاح ص۲۹۲ طبع حلب

في التابعين مع كونه لم يسمع من أحد من الصحابة۔ [1]

اسی طرح یہ ہے کہ خطیب نے منصور بن المعتمر کو تابعین میں شمار کیا ہے باوجودیکہ انھوں نے کسی صحابی سے سماع نہیں کیا ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر خطیب کے قول کی یہ توجیہ نہ کی جائے بلکہ صحبت کو لقاء سے خاص کر کے اس کے عرفی معنیٰ میں لیا جائے تو بھی ان کی رائے کی غلطی ظاہر ہے اور اسی وجہ سے ائمہ اصول حدیث نے خطیب کے اس قول کی تردید کی ہے۔

چنانچہ حافظ ابن صلاح کے یہ الفاظ سابق میں گزر چکے ہیں:

والاكتفاء في هذا بمجرد اللقاء والرؤية أقرب منه في الصحابي نظرا إلى مقتضى اللفظين فيهما.

اور لقاء اور رؤیت کے لحاظ سے صحابی و تابعی کے الفاظ کے مقتضیٰ پر غور کیا جائے تو بہ نسبت صحابی کے تابعی کے بارے میں مجرد لقاء و رؤیت پر اکتفا کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اور حافظ زین الدین عراقی کی یہ تصریح بھی سابق میں گزر چکی ہے:

وفيه أمور أحدها أن تقديم المصنف كلام الخطيب في حد التابعي على كلام الحاكم وغيره وتصديره به كلامه ربما يوهم ترجيحه على القول الذي بعده وليس كذلك بل الراجح الذي عليه العمل قول الحاكم وغيره في الاكتفاء بمجرد الرؤية دون اشتراط الصحبة.

یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ مصنف کا تابعی کی تعریف میں خطیب کے کلام کو حاکم وغیرہ کے کلام پر مقدم کرنا اور اس کے ذریعہ اپنے کلام کا آغاز کرنا یہ وہم بھی پیدا کر سکتا ہے کہ اس قول کو بعد والے قول پر ترجیح ہے حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ قول راجح جس پر عمل درآمد ہے وہ حاکم وغیرہ کا قول ہے کہ مجرد رؤیت کافی ہے اور صحبت کی شرط نہیں۔

اور علامہ سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں:

وكذا الخطيب أيضا التابعي من صحب الصحابي ولكن الأول أصح وعليه كما قال المصنف عمل الأكثرين

اور اسی طرح خطیب نے بھی تابعی کی یہ تعریف کی ہے کہ تابعی وہ ہے جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو لیکن پہلی تعریف زیادہ صحیح ہے اور جیسا کہ مصنف نے کہا ہے اسی پر اکثر حضرات

---

[1] فتح المغیث صفحہ ۴۰۹ طبع لکھنؤ

وقال شيخنا انه المختار ۔[1] ‏ | کا عمل ہے اور ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر) نے اسی کو مختار بتایا ہے۔

چوتھے یہ کہ علماء اصول حدیث کا عمل بھی خطیب کے قول کے خلاف ہے۔

حافظ عراقی فرماتے ہیں:

ويدل عليه عمل أئمة الحديث مسلم بن الحجاج وأبي حاتم بن حبان وأبي عبد الله الحاكم وعبد الغني بن سعيد وغيرهم فقد ذكر مسلم بن الحجاج في كتاب الطبقات سليمان بن مهران الأعمش في طبقة التابعين وكذلك ذكره ابن حبان فيهم وقال انما اخرجناه في هذه الطبقة لأن له لقيا وحفظا رأى أنس بن مالك وان لم يصح له سماع المسند عن أنس وقال علي بن المديني لم يسمع الأعمش من أنس انما رآه رؤية بمكة يصلي خلف المقام ...... وكذلك عد عبد الغني بن سعيد الأزدي الأعمش في التابعين في جزء له جمع فيه من روى من التابعين عن عمرو بن شعيب . وكذلك عد فيهم ايضا يحيى بن أبي كثير لكونه لقي انسا وقد قال فيه أبو حاتم الرازي انه لم يدرك احدا

اس پر ائمہ حدیث میں سے مسلم بن الحجاج، ابی حاتم بن حبان، ابی عبد اللہ الحاکم، عبد الغنی بن سعید وغیرہ کا عمل دلالت کرتا ہے چنانچہ مسلم بن الحجاج نے کتاب الطبقات میں سلیمان بن مہران اعمش کو تابعین میں شمار کیا ہے اور اسی طرح ابن حبان نے بھی تابعین ہی میں ان کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے تابعین میں ان کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان کی لقا اور حفظ ثابت ہے۔ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اگرچہ ان کا حضرت انس سے کسی حدیث مسند کو سننا ثابت نہیں ہے۔ اور علی بن المدینی کہتے ہیں کہ اعمش نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا انھوں نے صرف مکہ شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو مقام ابراہیم پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ـــ اسی طرح عبد الغنی بن سعید الازدی نے بھی اپنے جزء میں جس میں انھوں نے ان تابعین کو جمع کیا ہے جنھوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے اعمش کو تابعین میں شمار کیا ہے، اسی طرح یحییٰ بن ابی کثیر کو بھی تابعین میں ذکر کیا ہے اس لئے کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے حالانکہ ابو حاتم رازی کہتے ہیں

---

[1] فتح المغیث صفحہ ۲۰۰ طبع لکھنؤ

من الصحابة الا انس بن مالك رضي الله عنه فانه رآه رؤية ولم يسمع منه كذا قال البخاري وابو زرعة ............

وذكر عبد الغني بن سعيد ايضا جرير بن حازم في التابعين لكونه رأى انسا، وقد روي عن جرير انه قال مات انس ولي خمس سنين. وذكر عبد الغني بن سعيد ايضا موسى بن ابي عائشة في التابعين لكونه لقي عمرو بن حريث

وقال الحاكم ابو عبد الله في علوم الحديث في النوع الرابع عشر هم طبقات خمسة عشر طبقة آخرهم من لقي انس بن مالك رضي الله عنه من اهل البصرة ومن لقي عبد الله بن ابي اوفى من اهل الكوفة، ومن لقي السائب بن يزيد من اهل المدينة.

(الى آخر كلامه)

فكلام هؤلاء الائمة اكتفوا في التابعي بمجرد رؤية الصحابي ولقيه دون اشتراط الصحبة[1]

گویا ابن ابی کثیر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی کو نہیں پایا اور انھیں بھی صرف دیکھا ہے ان سے سماع نہیں کیا ہے۔ اور یہی بیان بخاری اور ابوزرعہ کا بھی ہے

اسی طرح عبد الغنی بن سعید نے جریر بن حازم کو بھی تابعین میں شمار کیا ہے اس لئے کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، جریر سے یہ روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت میری عمر پانچ سال تھی۔ عبد الغنی بن سعید نے اسی طرح موسیٰ بن ابی عائشہ کو بھی تابعین میں ذکر کیا ہے اس لیے کہ انھوں نے عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی۔ اور حاکم ابو عبداللہ نے علوم حدیث کی چودھویں نوع میں کہا ہے کہ تابعین کے پندرہ طبقے ہیں ان میں آخری طبقہ اہل بصرہ سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی۔ اور اہل کوفہ سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے ملاقات کی تھی اور اہل مدینہ سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے سائب بن یزید سے ملاقات کی تھی (الی آخر کلامہ)

تابعیت کے باب میں ان ائمہ کی تصریحات میں صحابی کی رؤیت اور ملاقات کے تذکرہ پر اکتفا کیا گیا صحبت کی شرط نہیں رکھی۔

۹ - محدثین کے نزدیک تابعی ہونے کے لئے صرف کسی صحابی کا دیکھنا کافی ہے

ان تمام تصریحات منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ جمہور ائمہ اصول حدیث اور عام محدثین تابعیت کے

---

[1] التقیید والایضاح صفحہ ۲۶۹ طبع حلب

ثبوت کیلئے صرف صحابی کی رؤیت کو کافی سمجھتے ہیں۔

چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی "اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ" میں فرماتے ہیں:-

ثم اعلم ان جمهور علماء اصول الحدیث علی ان الرجل بمجرد اللقی والرؤیة للصحابی یصیر تابعیاً ولا یشترطون صحبة مدة ولا ان ینقل عنه روایة بخلاف الصحابی فان بعض الفقهاء شرطوا فی کونه صحابیاً طول الصحبة او المرافقة فی الغزوة او الموافقة فی الروایة۔ [1]

پھر واضح رہے کہ جمہور علماء اصول حدیث اس طرف گئے ہیں کہ مجرد لقاء اور رؤیت صحابی سے تابعیت کا شرف حاصل ہو جاتا ہے اور تابعی ہونے کے لیے نہ صحابی کی صحبت میں کچھ مدت کے لیے رہنا شرط ہے اور نہ اس سے کسی روایت کا نقل کرنا۔ برخلاف صحابی کے کہ بعض فقہاء نے صحابی ہونے کے لیے طول صحبت یا کسی غزوہ میں رفاقت یا روایت میں موافقت کو شرط قرار دیا ہے۔

ہمارے خیال میں تابعی کی تعریف کے متعلق اتنی بحث کافی ہے۔ آئیے اب اس امر کا جائزہ لیں کہ اصول حدیث کے اس متفقہ فیصلہ کی روشنی میں اور تابعی کی اس مسلمہ تعریف کے مطابق آیا امام ابوحنیفہ شرف تابعیت سے حامل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

اس بحث کو طے کرنے کے سلسلے میں حسب ذیل امور غور طلب ہیں:-

۱- امام صاحبؒ نے کتنے صحابہ کا زمانہ پایا:

اول یہ کہ امام اعظمؒ نے صحابہ کا زمانہ پایا یا نہیں، دوئم یہ کہ انھوں نے کسی صحابی کو دیکھا یا نہیں؟ اور سوئم یہ کہ ان کی کسی صحابی سے روایت ثابت ہے یا نہیں؟

۱- امام اعظمؒ نے صحابہؓ کا زمانہ پایا یا نہیں، اس کو معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے ان کی تاریخ پیدائش پر نظر ڈالنی چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی پیدائش کے وقت صحابہ اس دنیا میں موجود تھے یا نہیں؟

امام صاحبؒ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے۔ بیشتر حضرات نے جن میں علامہ خطیب بغدادی، حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ شامل ہیں، آپ کا سنہ پیدائش ۸۰ھ بتایا ہے۔

---

[1] صفحہ ۵۵، طبع حلب۔

لیکن بعض حضرات نے ۶۱ھ اور ۷۰ھ بھی بیان کیا ہے۔ علامہ محمد زاہد الکوثری کی رائے میں ۷۰ھ کی روایت کو ترجیح ہے چنانچہ انھوں نے اپنی کتاب تانیب الخطیب میں اس پر بہت سے دلائل وشواہد دیئے ہیں۔

یہ وہ زمانہ ہے جب بہت سے صحابہ کرام اس دنیا میں تشریف فرما تھے متعدد علماء نے ایسے تمام صحابہ کرام کا نام بنام گنایا ہے جو اس وقت بقید حیات تھے۔

چنانچہ علامہ محدث مخدوم محمد ہاشم سندھی "اتحاف الاکابر"[۱] میں فرماتے ہیں:

فمن الصحابة الذين ادركهم ابو حنيفة الكوفي رحمه الله تعالى: عبد الله بن ابي اوفى رضي الله تعالى عنه ...... ومنهم انس بن مالك الانصاري خادم النبي صلى الله عليه وسلم ورضي عنه ...... ومنهم عمرو بن حريث رضي الله تعالى عنه ...... ومنهم عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدي رضي الله تعالى عنه ...... ومنهم عبد الله بن انيس رضي الله تعالى عنه ...... ومنهم واثلة بن الاسقع رضي الله تعالى عنه ...... ومنهم سهل بن سعد الساعدي رضي الله تعالى عنه ...... ومنهم السائب بن خلاد بن سويد ...... ومنهم محمود بن الربيع بن سراقة ...... ومنهم محمود بن لبيد بن عقبة ......

چنانچہ ان صحابہ میں سے جن کو امام ابو حنیفہ نے پایا ہے یہ ہیں: حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ ...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ...... حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ ...... حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ ...... حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ...... حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ ...... حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ ...... حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ ...... حضرت محمود بن ربیع بن سراقہ رضی اللہ عنہ ...... حضرت محمود بن لبید بن عقبہ بن رافع رضی اللہ عنہ ......

---

۱؎ اتحاف الاکابر کا قلمی نسخہ پیر جھنڈو پیر ہاشم جان سرہندی کے کتب خانے واقع ٹنڈو سائینداد میں موجود ہے۔ ہم نے یہ عبارت "التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم" صفحہ ۲۰ تا صفحہ ۲۲ سے نقل کی ہے۔

## ۱۱۔ امام صاحب کی کن کن صحابہ سے ملاقات ہوئی

حضرت امام صاحب کے سنہ پیدائش اور ان صحابہ کے سنین وفات پر نظر ڈالنے سے واضح طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ امام صاحبؒ کی ان صحابہ سے ملاقات ممکن ہے مگر یہی بات تحقیق طلب ہے کہ کیا امام صاحبؒ کی ان حضرات سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟ بحث کے دو پہلو ہیں ایک عقلی، دوسرا نقلی۔ عقلی طور پر تو یہ بات بڑی عجیب سی نظر آتی ہے کہ اتنے صحابہ کے ہوتے ہوئے بھی امام صاحب ان کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے ہوں اور اس عظیم شرف سے محروم رہے ہوں جب کہ آپ کے خاندان والوں کا یہ دستور بھی تھا کہ بچوں کو صحابہ کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے اور ان کے لئے دعا کرواتے تھے چنانچہ آپ کے والد "ثابت" بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے اور آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے فرض کیجئے بچپن میں آپ کو کسی صحابی کی خدمت میں پیش نہیں کیا گیا لیکن بعض صحابہ تو آپ کے سن رشد کو پہنچنے تک زندہ رہے ہیں اور حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ کا انتقال تو ۱۱۰ھ میں یا اس کے بعد ہوا ہے۔ اس صورت میں تو یہ بات اور زیادہ عجیب نظر آتی ہے کہ امام اعظم بیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھی صحابہ سے شرف ملاقات کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر رہے ہوں۔

شاید کسی کو یہ خیال آئے کہ امام صاحب چونکہ کوفہ میں رہائش پذیر تھے اور یہ حضرات دور دراز علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے اس لئے ملاقات نہ ہو سکی ہو لیکن یہ بات بھی درست نہیں ہے اس لیے کہ بعض صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ خود کوفہ ہی میں رہائش پذیر تھے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے لیے حج کا موقع ایک ایسے اجتماع کا موقع ہے جہاں دنیا کے گوشے گوشے سے ہر سال ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں اور خاص طور پر اس دور میں تو حج کی طرف خصوصی توجہ کی جاتی تھی اور لوگ اس نعمت سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہونے کی کوشش کرتے تھے چنانچہ بڑے بڑے فقہاء اور محدثین کے متعلق منقول ہے کہ انھوں نے پچیس پچاس اور ساٹھ ساٹھ حج کیے ہیں، خود امام صاحبؒ کے متعلق صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ آپ نے پچپن حج ادا فرمائے ہیں۔ حضرت امام اعظم کی کل عمر حسب قول مشہور ستر سال کی

اس لیے ظاہر ہے کہ بیس سال کی مدت تک آپ نے کم از کم پانچ حج ضرور ادا فرمائے ہوں گے۔ اور یہ بات تو سراسر بعید از عقل ہے کہ آپ حج کے دوران صحابہ کی زیارت سے محروم رہے ہوں بالخصوص جبکہ صحابہ حرمین میں مجالس بھی منعقد کرتے تھے اور اس میں احادیث بھی بیان کرتے تھے۔ یہ بحث تو عقلی اور امکانی حیثیت سے تھی۔

۱۲۔ ائمہ نقل کے بیانات

اب نقل و روایت کی بنیاد پر امام اعظمؒ کی تابعیت کو دیکھیے۔ اس بحث کے طے کرنے کا حق سب سے زیادہ محدثین و مؤرخین کو ہے۔ تمام تراجم و رجال کی کتابیں امام صاحبؒ کی تابعیت کے اثبات پر متفق ہیں۔ اور اس سلسلے میں ان کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہے تو صرف اس امر میں ہے کہ آیا آپ نے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے یا نہیں؟ چنانچہ علامہ ابن البزاز کردری اپنی کتاب "مناقب الامام الاعظم" میں فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| واتفق المحدثون على ان اربعة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا على عهده في الاحياء، ولكن تنازعوا في روايته عنهم۔ [1] | محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں چار اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقید حیات موجود تھے۔ مگر محدثین نے ان سے امام ابوحنیفہؒ کی روایت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ |

علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بطاش کبری زادہ اپنی کتاب "مفتاح السعادۃ" میں فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| ومن جهات شرفه انه ليس بين الائمة تابعي غيره وقد ذكر ابن الصلاح ان مالكا من تبع التابعين واما ابو حنيفة فقد اتفق المحدثون على ان اربعة من الصحابة كانوا على عهد الامام في الحياة وان تنازعوا في الرواية عنهم۔ [2] | ان کے جملہ فضائل میں ایک یہ بھی ہے کہ ائمہ میں آپ کے علاوہ کوئی تابعی نہیں ہے۔ ابن صلاح نے امام مالکؒ کو تبع تابعین میں شمار کیا ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ تو محدثین اس پر متفق ہیں کہ امام صاحبؒ کے زمانے میں چار صحابہ بقید حیات موجود تھے۔ اگرچہ ان سے امام صاحب کی روایت کے بارے میں اختلاف ہے۔ |

[1] صفحہ ۵ جلد اول طبع حیدرآباد دکن [2] صفحہ ۶۳ جلد دوم طبع حیدرآباد دکن

اسی طرح ملا علی قاری موطا امام محمد کی شرح میں رقمطراز ہیں :

ان اباحنیفۃ تابعی بلاخلاف کما بینتہ فی شرح مسند الامام . انتہی[1]

امام ابوحنیفہ بغیر کسی اختلاف کے تابعی ہیں، جیسا کہ میں نے مسند امام کی شرح "مسند الامام" میں بیان کیا ہے۔

مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ کی تابعیت پر علماء حدیث متفق ہیں۔ چنانچہ ان کے اقوال اس سلسلے میں حسب ذیل ہیں :-

حافظ محمد بن سعد "طبقات" میں فرماتے ہیں :-

حدثنا الحرقی سیف بن جابر قاضی واسط قال سمعت اباحنیفۃ یقول قدم انس بن مالک الکوفۃ ونزل النخع وکان یخضب بالحمرۃ . وقد رأیتہ مرارًا[2]

ہم سے حرقی سیف بن جابر قاضی واسط نے بیان کیا میں نے ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت انس بن مالک کوفہ میں آئے اور محلہ نخع میں اترے۔ وہ سرخ خضاب لگاتے تھے اور میں نے انہیں متعدد مرتبہ دیکھا ہے۔

حافظ دارقطنی شافعی فرماتے ہیں :

لم یلق ابوحنیفۃ احدًا من الصحابۃ الا انہ رأی انسًا بعینہ ولم یسمع منہ[3]

امام ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی البتہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

حافظ خطیب بغدادی "تاریخ بغداد"[4] میں فرماتے ہیں :

رأی ابوحنیفۃ انس بن مالک .

امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

حافظ سمعانی کتاب الانساب میں فرماتے ہیں :

ابوحنیفۃ النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان رأی انس بن مالک .[5]

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے۔

---

[1] مرقاۃ الاصول فی احادیث الرسول از مولانا مرشد صدیقی صفحہ ۱۰ طبع دہلی۔ [2] اتحاف الاکابر بروایت الشیخ عبدالقادر از مولانا محمد ہاشم السندھی۔ [3] تبییض الصحیفہ بروایت حمزۃ السہمی صفحہ ۱۰۱ طبع دہلی بحوالہ شیخ ۔
[4] جلد ۴ صفحہ ۲۰۸ [5] باب الرائی صفحہ ۲۴۶ طبع لیڈن

حافظ ابن عبد البر المالکی "کتاب الکنیٰ" میں فرماتے ہیں:

أبو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي الفقيه صاحب الرأي قيل إنه رأى أنس بن مالك ورأى عبد الله بن الحارث بن جزء فيعد بذلك من التابعين[1]

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی فقیہ صاحب الرائے ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور عبداللہ بن الحارث بن جزء سے سماع کیا ہے لہٰذا اس بناء پر وہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔

اور حافظ ذہبی کی متعدد تصنیفات میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ "تذکرۃ الحفاظ"[2] میں فرماتے ہیں:

رأى أنس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة. رواه ابن سعد عن سيف بن جابر أنه سمع أبا حنيفة يقول.

امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ کوفہ میں آئے متعدد بار دیکھا ہے۔ اس بات کو ابن سعد نے سیف بن جابر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

اور مناقب الامام ابی حنیفہ[3] میں فرماتے ہیں:

وكان من التابعين لهم إن شاء الله تعالى فإنه صح أنه رأى أنس بن مالك إذ قدمها أنس رضي الله عنه.

امام ابو حنیفہ ان شاء اللہ تابعین باحسان میں ہیں۔ اس لیے کہ یہ بات صحیح ہے کہ انھوں نے حضرت انس بن مالک کو جب وہ کوفہ میں آئے دیکھا ہے۔

اور العبر فی اخبار من غبر[4] میں رقمطراز ہیں:

رأى أنساً.

امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

اور حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ"[5] میں فرماتے ہیں:

أحد الأئمة الأربعة أصحاب المذاهب

ان چار اماموں میں سے ایک ہیں کہ جن کے مذاہب کی اتباع

---

[1] الاستیعاب فی ذب زبابات الدراسات جلد دوم صفحہ ۴۰۴ کتاب الکنیٰ کا قلمی نسخہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوری مدظلہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ [2] جلد ۱ صفحہ ۱۶۸

[3] مناقب ابی حنیفہ و صاحبیہ صفحہ طبع مصر [4] صفحہ ۲۱۴ [5] ترجمہ ابو حنیفہ، ذیل وفیات ۱۵۰ھ

الشريعة رحمه الله معهم وفاة لا تنافيه عصر الصحابة ورأى أنس بن مالك قيل وغيره وذكر بعضهم انه روى عن سبعة من الصحابة. فالله اعلم.

کی ہوئی ہے۔ اور وہ وقت کے اعتبار سے اس سبب سے متبع ہیں اس لیے کہ انھوں نے صحابہ کا زمانہ پایا ہے۔ اور حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے ان کے علاوہ اور صحابہ کرام کو بھی دیکھا ہے اور بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ انھوں نے سات صحابہ سے روایت بھی کی ہے۔
(واللہ اعلم)

حافظ زین الدین عراقیؒ نے مقدمہ ابن صلاح کی شرح "التقیید والایضاح" میں ان تابعین کا شمار کرتے ہوئے جنھوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے امام اعظمؒ کا نام بھی صراحت سے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ تابعی کی تبع تابعی سے روایت کی بحث میں فرماتے ہیں:

الامر الثالث انه قد روى عنه جماعة كثيرون من التابعين غير هؤلاء ولم يذكرهم عبد الغني وهم ثابت بن عجلان وحسان بن عطية وعبد الله بن عبد الرحمن بن يعلى الطائفي وعبد الملك بن عبد العزيز بن جريج والعلاء بن الحارث الشامي ومحمد بن اسحاق بن يسار وعمارة بن غزية ومحمد بن عجلان وابو حنيفة النعمان بن ثابت۔ اھ[1]

تیسری بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے علاوہ تابعین کی ایک اور بڑی جماعت نے بھی عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے جن کو عبدالغنی بن سعید نے ذکر نہیں کیا ہے۔ ان میں ثابت بن عجلان، حسان بن عطیہ، عبداللہ بن عبدالرحمن بن یعلی الطائفی، عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج، علاء بن الحارث الشامی اور محمد بن اسحاق بن یسار، عمارہ بن غزیہ، محمد بن عجلان اور ابوحنیفہ نعمان بن ثابت شامل ہیں۔

## ۱۴ - ثبوتِ تابعیت کے باب میں حافظ ولی الدین عراقی کا فتویٰ

حافظ زین الدین عراقیؒ کے صاحبزادے حافظ ولی الدین عراقیؒ کا فتویٰ بھی اس کی تائید میں موجود ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین السیوطیؒ تبییض الصحیفہ میں ناقل ہیں:

ووقفت على فتيا رفعت الى الشيخ ولي

میں اس فتویٰ پر مطلع ہوا جو شیخ ولی الدین عراقیؒ کی خدمت

---

[1] صفحہ ۲۰۰ طبع حلب۔

كان غير خفي في الصحابة بعدة من البلاد أحياء. وقد جمع بعضهم جزءاً فيما ورد عن رواية أبي حنيفة عن الصحابة لكن لا يخلو إسناده من ضعف.

والمعتمد على إدراكه ما تقدم وعلى رؤيته لبعض الصحابة ما أورده ابن سعد في الطبقات فهو بهذا الاعتبار من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لأحد من أئمة الأمصار المعاصرين له كالأوزاعي بالشام والحمادين بالبصرة والثوري بالكوفة ومالك بالمدينة ومسلم بن خالد الزنجي بمكة والليث بن سعد بمصر. والله أعلم.

هذا آخر ما ذكره الحافظ ابن حجر رحمه الله.

بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے
پھر ان دونوں حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہؓ
مختلف شہروں میں بقید حیات موجود تھے۔ اور بعض علماء نے
امام ابو حنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث کے بارے
میں مختلف جزء جمع کیے ہیں لیکن ان کی اسناد ضعف سے
خالی نہیں ہیں۔

امام صاحب کا ادراکِ صحابہ کے باب میں قابل اعتماد وہ امر ہے
جو گزر چکا اور بعض صحابہ کی رؤیت کے بارے میں قابل اعتماد
وہ روایت ہے جس کو ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے لہٰذا اس
اعتبار سے امام ابو حنیفہ تابعین کے طبقے میں سے ہیں اور یہ شرف دیگر
شہروں میں بسنے والے آپ کے ہم عصر ائمہ میں سے کسی ایک
کو بھی حاصل نہ ہو سکا۔ جیسے امام اوزاعی کو جو شام میں تھے
اور حمادین یعنی امام حماد بن سلمہ اور امام حماد بن زید کو جو بصرہ
میں تھے۔ اور امام ثوری کو جو کوفہ میں تھے اور امام مالک کو جو
مدینہ میں تھے۔ اور امام مسلم بن خالد زنجی کو جو مکہ میں تھے
اور امام لیث بن سعد کو جو مصر میں تھے۔ واللہ اعلم

حافظ ابن حجر کی عبارت یہاں ختم ہو جاتی ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے معاصر حافظ ابن الوزیر الیمانی "العواصم والقواصم" میں فرماتے ہیں:

---

لہ صفحہ ۱۰۱ برحاشیہ [illegible]

لہ التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات صفحہ ۱۰۲ جلد ۲ - [illegible] کی یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں ہے اور اس کا قلمی نسخہ صاحب التعلیقات کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے جس پر یمن کے بہت سے اکابر علماء کی تقریظیں ہیں جن میں امام شوکانی اور ان کے بیٹے احمد شوکانی کی تحریریں بھی شامل ہیں۔

حاجت ہی نہیں ہے اس لیے بجا طور پر ان حضرات سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ انھوں نے امام صاحب کی تعریف میں مبالغہ نہیں کیا ہوگا۔ اور ان کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے غلط روایات بیان نہ کی ہوں گی۔

ایک بار پھر غور کر لیجیے ابن سعد، دار قطنی، ابن عبد البر، خطیب بغدادی، سمعانی، ذہبی، ابن کثیر، عراقی، ابن حجر عسقلانی، زرکشی، سیوطی، سخاوی، ان میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کا شمار اپنے عہد کے نامور حفاظ حدیث میں نہ ہو۔ پھر حافظ ابن سعد نے امام صاحب کی تحدیث بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے کو بسند متصل نقل کیا ہے اور حافظ شمس الدین ذہبی نے فانہ صح فرما کر اس روایت کی تصحیح پر مہر تصدیق ثبت کی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بسند لا باس بہ کہہ کر اس روایت پر سے ہر قسم کے اعتراض کو دفع کر دیا ہے۔

۱۷ - میاں نذیر حسین کا امام صاحب کی تابعیت سے انکار

جیسا کہ ابتدا میں تحریر کیا جا چکا ہے، اردو میں امام صاحب کی تابعیت کی تردید سب سے زیادہ شدومد سے حضرت میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے فرمائی ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں معیار الحق کے علاوہ ان کی اور کوئی قابل ذکر کتاب نہیں مل سکی۔ تاہم یہ عجیب بات ہے کہ حسن البیان[1] فی ابی سیرۃ النعمان جو مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النعمان کے جواب میں لکھی گئی ہے اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے نامور شاگرد مولانا سید عبد العزیز عمری کی تصنیف ہے، اس میں امام صاحب کی تابعیت کی بحث کو سرے سے چھیڑا ہی نہیں گیا۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مصنف حسن البیان اس سلسلے میں مولانا شبلی کے دلائل کا لوہا مان گئے، ورنہ جس مسئلہ پر استاذ نے اتنا زور قلم دکھایا ہے ان کی افتاد طبع سے بعید تھا کہ وہ اس پر بغیر کلام کیے گزر جاتے۔

۱۸ - میاں نذیر حسین صاحب کے پیش کردہ دلائل پر ایک نظر

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں جناب میاں صاحب کے بیان کردہ دلائل پر ایک نظر ڈال لی جائے اور ان کا جائزہ لے کر ان کی حیثیت واضح کر دی جائے۔

حضرت میاں صاحب نے تابعیت کے اثبات میں پیش کردہ روایات کو احادیث موضوعہ

---

[1] حسن البیان بجواب سیرۃ النعمان مولانا عبد العزیز صاحب مفتی ریاست ٹونک راجپوتانہ نے نصائر النعمان کے نام سے لکھا ہے جو ۱۳۰۰ھ میں مطبع شاہجہانی آگرہ سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔

صلہ اور قصہ واہیات قرار دیا ہے[1] اور فرمایا ہے کہ "اکثر ائمہ نقل امام صاحب کے تابعی ہونے کے قائل نہیں"[2] اپنے دعوے کے ثبوت میں حضرت میاں صاحب نے جن ائمہ نقل کے حوالے دیئے ہیں، وہ یہ حضرات ہیں :-

۱- شیخ محمد طاہر حنفی صاحب مجمع البحار ۲- قاضی توزری

۳- علامہ محمد اکرم حنفی ۴- علامہ سخاوی

۵- مورخ ابن خلکان ۶- امام نووی

مگر تحقیق کا یہ نرالا انداز اختیار کیا ہے کہ ہر مصنف کی وہ عبارت نقل کر دی جس کو اپنے مدعا کے لیے مفید سمجھا اور جو عبارت اپنے مدعا کے خلاف پائی اسے نظر انداز کر دیا۔ یہ بالکل ہی انداز ہے کہ "لا تقربوا الصلوٰۃ" کو لے لیا جائے اور "وانتم سکاریٰ" کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے میاں صاحب کی اس تحقیق انیق کا نمونہ درج ذیل ہے :-

۱- فرماتے ہیں :

"یہ چاروں صحابی امام کے زمانہ میں موجود تھے لیکن ملاقات امام صاحب کی ان میں سے کسی سے یا روایت کرنی ان سے نزدیک اکثر ائمہ نقل کے ثابت نہیں ہوتی چنانچہ شیخ ابن طاہر[3] حنفی صاحب مجمع البحار جن کی تحقیق سے فن حدیث و اخبار میں علماء خوب

---

[1] و [2] معیار الحق صفحہ

[3] مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی کی تحقیق کے مطابق یہ "ابن طاہر" نہیں بلکہ خود "محمد طاہر" ہیں۔ چنانچہ وہ "السعی المشکور فی رد المذہب المأثور" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اس میں تسمیہ میں غلطی ہو گئی "ابن طاہر" نہیں خود وہ "طاہر" ہے اور وہی مصنف "قانون الموضوعات" و "مغنی" و "مجمع البحار" ہے۔ "شرح قانون" میں خود لکھتا ہے : اما بعد فیقول الفقیر الی رحمۃ اللہ الغنی محمد طاہر بن علی الہندی الفتنی الخ۔ اور غلام علی آزاد نے "سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان" میں اور عبدالقادر عیدروسی نے "النور السافر فی اخبار القرن العاشر" میں اور عبدالقادر بدایونی نے "منتخب التواریخ" میں بھی ان کا نام محمد طاہر لکھا۔ ان کتب کو ملاحظہ فرمائیے۔ اور میں نے ترجمہ ان کا

واقف ہیں "تذکرۃ الموضوعات" میں فرماتے ہیں:

"وكان في ايام ابي حنيفة اربعة من الصحابة انس بن مالك بالبصرة وعبد الله بن ابي اوفى بالكوفة وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة وابو الطفيل عامر بن واثلة بمكة ولم يلق واحدا منهم ولا اخذ عنه واصحابه يقولون انه لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم ولم يثبت ذلك عند اهل النقل انتهى ملخصا"

ترجمہ بطریق اختصار کے۔ چاروں صحابی امام کے زمانے میں موجود تھے لیکن ملاقات امام کی ان میں سے ایک سے بھی ثابت نہیں نزدیک اہل نقل کے۔ انتہی [1]

بیشک یہ عبارت "تذکرۃ الموضوعات" میں "جامع الاصول" کے حوالے سے موجود ہے لیکن اسی صفحہ پر چند سطر پہلے یہ بھی مرقوم ہے:

| | |
|---|---|
| قال الدارقطني لم يلق ابو حنيفة احدا من الصحابة انما رأى انسا بعينه ولم يسمع منه۔ [2] | دارقطنی نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی ہے البتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بچشم خود زیارت کی ہے لیکن ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ |

مزید لطف یہ ہے کہ خود جناب میاں نذیر حسین صاحب نے بھی "معیار الحق" میں آگے چل کر جہاں حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ کی روایت کے ثبوت پر کلام کیا ہے "تذکرۃ الموضوعات" کی وہ ساری عبارت جو ان کی روایت سے متعلق ہے جتنا بہا نقل کر دی مگر دارقطنی کی

---

"التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ" میں لکھا ہے۔ اس کو بھی دیکھ لیجیے (ترجمہ ۲۰۹ طبع مطبع شوکت اسلام لکھنؤ ۱۳۰۴ھ)

واضح رہے کہ اسنی المشکور، مولانا محمد بشیر سہسوانی کی کتاب المذہب المأثور کا رد ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اخبار الاخیار میں ان کا تذکرہ محمد طاہر ہی کے نام سے کیا ہے۔ اسی طرح نواب صدیق حسن خان نے بھی ابجد العلوم میں ان کو محمد طاہر ہی لکھا ہے۔

[1] معیار الحق صفحہ ۱۰۵

[2] تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۱۱۰ طبع میمنیہ مصر ۱۳۴۳ھ باب الائمۃ الاربعۃ

اس تصریح کے ذکر سے گریز فرمایا۔ چنانچہ ہم تذکرۃ الموضوعات کی پوری عبارت ذیل میں درج کیے دیتے ہیں۔ ناظرین خود ملاحظہ فرمائیں :

في المذيل حدثني عبد الله بن محمد القشيري حدثنا محمد بن حميد حدثنا احمد بن الصلت الحماني حدثنا محمد بن سماعة عن ابي يوسف عن ابي حنيفة قال حججت مع ابي سنة ست وتسعين وانا ابن ست عشرة سنة فمررنا بحلقة فاذا رجل فقلت من هذا؟ قالوا عبد الله بن الحارث بن جزء فتقدمت اليه فسمعته يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من تفقه في دين الله كفاه الله تعالى همه ورزقه من حيث لا يحتسب ۔ في الميزان احمد كذاب، وابن جزء مات بمصر ولابي حنيفة ست سنين ۔ ولا احمق من الحماني قال ابن عدي ما رأيت في الكذابين اقل حياء منه ۔ قال الدارقطني لا يصح للحديث، ورفع هذا الحديث من وجه آخر وهو باطل ايضا واخرجه ابن الجوزي في الواهيات ۔ قال الدارقطني لم يلق ابو حنيفة احدا من الصحابة انما رأى انسا بعينه ولم يسمع منه ۔

میاں صاحب نے یہ عبارت معیار الحق میں اخرجہ ابن الجوزی فی الواہیات تک نقل کر کے آگے ختم کر دیا ہے اور خط کشیدہ عبارت جو مدعا کے خلاف تھی حذف کر دی ہے۔[1] یہی عبارت آگے چل کر حضرت میاں صاحب نے شیخ محمد طاہر مذکور کی دوسری کتاب مجمع البحار سے بھی نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

نیز شیخ ابن طاہر مجمع البحار میں فرماتے ہیں :

وابو حنيفة النعمان بن ثابت بن زوطى بن ماه الامام الكوفي مولى تيم الله بن ثعلبة وهو من رهط حمزة الزيات وكان خزازا يبيع الخز وكان جده من اهل كابل او بابل مملوكا لبني تيم فاعتق وقال اسماعيل بن حماد بن ابي حنيفة نحن من ابناء فارس من الاحرار ما وقع علينا رق قط ولد جدي سنة

---

[1] معیار الحق صفحہ ۱۴۰

ثمانین و ذهب ثابت الی علی وهو صغیر فدعا له بالبرکة فیه وفی ذریته ومات ببغداد

---

سلہ واضح رہے کہ مجمع البحار کا اصل مأخذ جامع الاصول ہے۔ جامع الاصول میں قاضی اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کے جو الفاظ منقول ہیں وہ یہ ہیں:-

قال اسمعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان من ابناء فارس ما وقع علینا رق قط ولد جدی فی سنة ثمانین وذهب ثابت الی علی بن ابی طالب وهو صغیر فدعا له بالبرکة فیه وفی ذریته ونحن نرجو ان یکون الله قد استجاب ذلک لعلی فینا۔

میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ابنائے فارس کے آزاد خاندان سے ہیں۔ خدا کی قسم ہم کبھی غلام نہیں رہے۔ میرے دادا امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ان کے والد ثابت صغر سنی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ ہمیں امید ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ہمارے حق میں حضرت علیؓ کی دعا قبول فرمائی ہے۔

خود مولانا پٹنیؒ نے اس عبارت کی جب تلخیص کی تو ذهب ثابت کی بجائے ذهب به نقل کیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے اصل نسخہ مصوّرہ میں یہی نقل ہو۔ میاں صاحب کو یہاں سے نکتہ ہاتھ لگا ہو موصوف کی طبع نازک پر یہ بھی گراں ہے کہ امام صاحب کو آزاد نسل سے شمار کیا جائے۔ ان کا جی چاہتا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو امام عالی مقام کی نسل پر غلامی کا داغ لگ جائے تو اچھا ہے۔ چنانچہ مجمع البحار کی مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد میاں صاحب نے یہ نکتہ آفرینی فرمائی ہے۔

اقول نقل الشیخ مقولة اسمعیل بن حماد هذا لعله حقیقة تعریض علیه وتنبیه علی کذبه بناء علی التحقیق فان مقولته مبنیة علی حریة الاصل والتحقیق الرق کما صرح به الشیخ آنفا [illegible]

میں کہتا ہوں۔ شیخ محمد طاہر نے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کا جو یہ قول نقل کیا ہے وہ بطور تعریض ہے تاکہ اس کے جھوٹ پر تنبیہ ہو اور تعریض مبنی بر تحقیق ہے۔ اسمٰعیل کا بیان اس امر پر مبنی ہے کہ وہ اپنے خاندان کے متعلق کہتے آزاد تھے۔ حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ وہ غلام تھے جیسا کہ شیخ محمد طاہر (ابھی ما قبل میں تصریح کی)

سنة خمسين ومائتين على الاصح وكان قد ادرك اربعة من الصحابة انس بن مالك

---

(بقیہ از صفحہ گذشتہ)

في التقريب والامام النووي في التهذيب و
العلامة ابن خلكان في وفيات الاعيان
وغيرهم .

ومشتملة على ان الامام ابا حنيفة
جيء به الى علي رضي الله
تعالى عنه فدعا له بالبركة وهو خلاف
التحقيق عند هؤلاء الاربعة وغيرهم
من كافة المسلمين بل هو لم يقل به
احد من الجهلاء فما ظنك بالعلماء ،
لان عليا مات قبل ولادة الامام باربعين
سنة كما صرح به العسقلاني
في التقريب وغيرهم . فافهم .

لا يتوهم ان مراد اسمعيل من
الجد الذي ذهب به الى علي يحتمل
ان يكون جده الاعلى لان اسمعيل
يعني بالجد الجد الذي مات ببغداد
سنة خمسين ومائة كما يدل سياقه

ابھی تصریح کر چکے ہیں۔ اور اسی طرح حافظ ابن حجر نے تقریب
میں اور امام نووی نے تہذیب میں اور علامہ ابن خلکان نے
وفیات الاعیان میں اور دیگر علماء نے بھی تصریح کی ہے۔

نیز اسماعیل کا بیان اس امر پر مشتمل ہے کہ
دادا امام ابو حنیفہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے
جایا گیا تھا اور حضرت علیؓ نے ان ہی کے لیے برکت کی دعا کی
تھی۔ یہ بات نہ صرف مذکورہ چاروں علماء بلکہ تمام مسلمانوں کے
نزدیک خلاف تحقیق ہے بلکہ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی جاہل
بھی نہیں کہہ سکتا کجا کہ کوئی عالم ایسی بات زبان سے نکالے
اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا امام صاحب کی ولادت
سے چالیس سال قبل انتقال ہو چکا ہے جیسا کہ عسقلانی نے
تقریب میں اور دیگر علماء نے تصریح کی ہے۔ یہ بات اچھی طرح
سمجھ لینی چاہیے۔

کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ اسماعیل کی مراد اس جد سے جن کو
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا جد اعلیٰ
ہے۔ اسماعیل نے جد سے اسی جد کو مراد لیا جن کا انتقال ۱۵۰ھ
میں بغداد میں ہوا ہے، چنانچہ ان کے کلام سے یہی پتہ چلتا ہے

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

---

عـه قاضی اسماعیل کا بیان علامہ محمد طاہر نے میاں صاحب جیسے اکثر غیر حضرات کے مغالطہ کو رد کرنے ہی کے لیے
نقل کیا تھا کہ اہل خاندان کی تصریح ہوتے ہوئے دوسروں کی باتوں کا کیا اعتبار۔ مگر میاں صاحب نے اس کو الٹا
سمجھا۔ اس کا کیا علاج ؟

وعبداللہ بن ابی اوفی وسهل بن سعد وابو الطفیل و لم یلق احدا منهم ولا

رقاعی صفحہ ۲۳ ،

وهو لیس لابی حنیفة - (مسانید الامام صفحہ ۳۰)　　　اور ابو حنیفہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

یہاں حضرت میاں صاحب کی جرأت کا یہ عالم ہے کہ وہ امام اعظمؒ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کو کذب سے متہم کر رہے ہیں حالانکہ تاریخ و رجال کی کسی کتاب میں ان پر کذب کا اتہام نہیں لگایا گیا ہے ان پر جو جرح ہے وہ کذب یا سوء حفظ کی بنا پر نہیں بلکہ اختلاف عقیدہ کی بنا پر ہے یہ تہمت میاں صاحب کی طبع زاد ہے۔

نبیرۂ امام اعظمؒ قاضی اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کا یہ بیان تاریخ کی تمام کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے جس طرح ہم نے جامع المسانید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اس کو بسند متصل قاضی اسماعیل سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب، امام نووی کی تہذیب الاسماء واللغات، مورخ ابن خلکان کی وفیات الاعیان تینوں کتابوں میں قاضی اسماعیل کا یہ بیان موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت ثابت امام صاحب کے والد محترم گئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے خیر فرمائی تھی۔

تہذیب التہذیب تو بیشک میاں صاحب نے نہیں دیکھی مگر نووی کی تہذیب الاسماء اور ابن خلکان کی تاریخ تو ان کے پیش نظر ہے، تعجب ہے کہ تاریخ ابن خلکان اور تہذیب الاسماء کو پڑھ کر بھی میاں صاحب پر یہ بات واضح نہ ہوئی کہ لمحۃ الابصار میں نقل شدہ عبارت میں سہو ہو گیا اور ذهب ثابت کے بجائے ذهب بہ لکھ دیا گیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ غلطی لمحۃ الابصار کے مصنف کی وجہ سے نہ ہو بلکہ ناسخ کی ہو۔ تقریب ابن حجر، تہذیب التہذیب، نووی، تاریخ ابن خلکان ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی امام صاحب کی رقیت کو تحقیق نہیں بتایا گیا۔ لمحۃ الابصار کی عبارت تو ناظرین کے سامنے ہی ہے۔ البتہ ان کتابوں میں امام صاحب کے نسب کے بارے میں اختلاف مذکور ہے لیکن امام صاحب کے نسب کو خود امام صاحب اور ان کے اہل خاندان جتنا جانتے ہیں کوئی دوسرا کیا جانے۔ قاضی اسماعیل کا بیان نقل کیا جا چکا ہے، اب امام اعظم رحمہ اللہ کا بیان ملاحظہ ہو۔

قاضی وکیع محمد بن خلف بن حیان المتوفی ۳۰۶ھ لکھتے ہیں،

لم يلق ابو حنيفة احداً من الصحابة انما رأى انساً بعينه ولم يسمع منه ويعرف في آخر الخاتمة۔

ملہ

کہ ابن جزء رضی اللہ عنہ کا مصر میں اس وقت انتقال ہوا ہے جبکہ امام صاحب کی عمر چھ سال تھی۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی۔ البتہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ پوری بحث خاتمہ کے آخر میں آرہی ہے۔

محدث محمد طاہر پٹنی تذکرۃ الموضوعات اور مجمع البحار دونوں کتابوں میں دارقطنی کا یہ قول امام سیوطی کی مشہور کتاب "ذیل اللآلی المصنوعۃ" سے نقل کرتے ہیں۔ "ذیل اللآلی" حصہ ہو ابھی علوی پریس لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔ ہم نے اصل کتاب سے مراجعت کی، اس کے صفحہ ۴۴ پر دارقطنی کی یہ تصریح موجود ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ محدث محمد طاہر پٹنی کی اس باب میں اپنی کوئی تحقیق نہیں ہے۔ وہ رؤیت اور روایت دونوں کے بارے میں دوسروں سے ناقل ہیں۔ دارقطنی کا یہ قول کہ امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی، امام سیوطی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور یہ بات کہ صحابہ سے ان کو حدیث کی روایت نہیں جامع الاصول سے نقل کر رہے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ امام سیوطی اور صاحب جامع الاصول علامہ ابن الاثیر دونوں ہی امام صاحب کی تابعیت کے قائل ہیں چنانچہ علامہ سیوطی نے تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ذکر من ادرکہ من الصحابۃ رضی اللہ عنہم — یعنی ان صحابہ کا ذکر جن کو امام ابوحنیفہ نے پایا ہے۔

اور اس عنوان کے تحت امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری الشافعی کا وہ پورا جزء نقل کر دیا ہے جو صحابہ سے امام صاحب کی روایت کے اثبات پر مشتمل ہے اور پھر اسی عنوان کے تحت امام صاحب کی تابعیت کے ثبوت میں شیخ ولی الدین عراقی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے فتاوی

---

ملہ مجمع البحار صفحہ ۵۰ جلد ۲ طبع نولکشور ۱۳۱۴ھ

نقل کیے ہیں ۔ ؎

اور حافظ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں الفرع الثانی فی التابعین کے زیر عنوان ہی امام صاحب کا تذکرہ کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ امام صاحب کی تابعیت کا اثبات کرتے ہیں ۔

اب آپ ہی خود فیصلہ فرمالیں کہ جب محدث محمد ابن الاثیر جزری اور علامہ جلال الدین السیوطی خود امام صاحب کو تابعی مانتے ہیں تو علامہ محمد طاہر پٹنی کی ان کی تحقیق سے کس طرح انکار ہو سکتا ہے

۲ ۔ ۳ ۔ ۴ ۔ میاں صاحب فرماتے ہیں :

اور ملا علی قاری نے بیچ شرح شرح نخبۃ الفکر کے لکھا ہے علامہ سخاوی صاحب مقاصد الحسنہ سے کہ قول معتمد اور صحیح یہی ہے کہ امام ابو حنیفہ کو کسی صحابی سے روایت کرنی ثابت نہیں ۔ اور ایسا ہی ذکر کیا علامہ محمد اکرم حنفی نے بیچ حاشیہ نخبۃ الفکر کے علامہ سخاوی سے ۔ ؎

بلا شبہ یہ دونوں حوالے صحیح ہیں ۔ یہ بھی درست ہے کہ علامہ سخاوی کے نزدیک قول معتمد یہی ہے کہ امام صاحب کی روایت کسی صحابی سے ثابت نہیں ۔ لیکن اس سے میاں صاحب کا اصل مدعا جو امام صاحب کے تابعی ہونے کی نفی ہے کب ثابت ہوا ۔ محدث سخاوی کی جس کتاب سے ملا علی قاری اور علامہ محمد اکرم حنفی سندھی نے قول مذکور نقل کیا ہے اس میں خود امام صاحبؒ کے تابعی ہونے کی صراحت موجود ہے ۔ چنانچہ ہم سابق میں ان کے یہ الفاظ نقل کر چکے ہیں کہ

فهو من عد من التابعين الخ

یعنی امام ابو حنیفہؒ بھی ان حضرات میں سے ہیں جن کا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے ۔

اور جب علامہ سخاوی نے امام کے تابعی ہونے کی صاف الفاظ میں تصریح کر دی تو اب اس سے انکار کی کیا گنجائش رہی ۔ پھر میاں صاحب کا یہ طرز گفتگو بھی خوب ہے کہ " دلائل اور تامل " کی بحث میں تو انھوں نے ملا علی قاری حنفی اور علامہ محمد اکرم حنفی کی شرح شرح نخبہ کا حوالہ فرمالیا لیکن ان دونوں حضرات نے تابعی کی بحث میں جو کچھ ارقام فرمایا ہے اس سے بالکل صرف نظر فرمایا ؛

---

؎ ملاحظہ ہو تبییض الصحیفہ صفحہ ۱۴ ۔ ؎ معیار الحق صفحہ ۔

حضرت ملا علی قاری تابعی کی تعریف پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

التابعی هو من لقی الصحابی فصاعداً هو الأظهر قاله العراقی وعليه عمل الأكثرين وقد أشار النبی صلى الله عليه وسلم إلى الصحابة والتابعين بقوله طوبى لمن رآنی وطوبى لمن رأى من رآنی فاكتفى بمجرد الرؤية قلت وبه يندرج الإمام الأعظم فی سلك التابعين فإنه قد رأى أنساً وغيره من الصحابة على ما ذكره الشيخ الجزری فی أسماء رجال القراء والتوربشتی فی تحفة المسترشدين وصاحب كشف الكشاف فی سورة المؤمنين وصاحب مرآة الجنان وغيرهم من العلماء الكبار فمن نفى عنه ذلك فإنما هو من التعصب

تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو تابعی کی یہی تعریف پسندیدہ ہے۔ عراقی نے کہا ہے اسی پر اکثر حضرات کا عمل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی اور تابعی کی طرف اپنے اس فرمان کے ذریعے اشارہ فرمایا ہے کہ خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ اس حدیث میں بھی مجرد رؤیت پر اکتفا کیا گیا ہے میں کہتا ہوں کہ اسی بنیاد پر امام اعظم تابعین کی صف میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ بلاشبہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کو دیکھا ہے جیسا کہ شیخ جزری[۱] اسماء رجال القراء میں اور توربشتی "تحفۃ المسترشدین" میں اور صاحب کشف الکشاف "سورۃ المومنین" میں نیز صاحب مرآۃ الجنان[۲] اور دوسرے اکابر علماء بیان کر چکے ہیں۔ اب جو تابعیت امام کا انکار کرے گا وہ یا تو تتبع کی کمی کے سبب کرے گا یا تعصب کے تحت کرے گا۔[۳]

ملا علی قاری کی اس عبارت کو علامہ محمد اکرم سندھی نے بھی امعان النظر میں نقل کر کے اس پر

---

[۱] امام جزری کی یہ کتاب جس کا نام غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ہے ۱۳۵۱ھ میں مصر کے مطبعۃ السعادۃ سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمے میں صاف تصریح ہے "رأى انس بن مالک"۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۴۲)

[۲] مرآۃ الجنان کی عبارت آگے خود میاں صاحب نے معیار الحق صفحہ ۱۰ میں نقل فرمائی ہے جس میں امام صاحب کے بارے میں "رأى انساً" کے الفاظ موجود ہیں، مگر پھر بھی امام صاحب کو تابعی ماننے کے لیے کسی طرح بھی تیار نہیں۔

[۳] شرح مسند ابی حنیفہ لملا علی القاری صفحہ ۱۰۰ و ۱۰۱ طبع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۰۹ھ

پھر تصریح ثبت کردی ہے۔ چنانچہ فاضل لکھنوی مولانا عبدالحی اکمۃ الخبر میں تحریر فرماتے ہیں:

وقد نقله عنه محمد اکرم بن عبد الرحمٰن فی شرحه المسمی توضیح نخبة الفکر واقره۔ ملا علی قاری سے اس بات کو محمد اکرم بن عبدالرحمٰن نے اپنی شرح نخبۃ الفکر میں نقل کرکے اس کو برقرار رکھا ہے۔

ہم میاں صاحب کے بارے میں کچھ نہیں کہتے لیکن میاں صاحب ہی کے معتمد علیہ بزرگ ملا علی قاری نے تو یہی فیصلہ دیا کہ امام صاحب کے تابعی ہونے کی نفی کرنا یا تو تتبع کی کمی کا نتیجہ ہے یا تعصب کا فتور۔

۵۔ میاں صاحب نے ابن خلکان کی عبارت میں بھی یہی تصرف فرما کر اس سے اپنا مطلب نکالا ہے۔ ابن خلکان کی اصل عبارت درج ذیل ہے، ناظرین خود اندازہ لگائیں کہ حضرت میاں صاحب نے کیا نقل کیا اور کیا چھوڑا۔

"وادرک ابو حنیفة اربعة من الصحابة رضوان الله علیهم اجمعین. وهم انس بن مالک وعبد الله بن ابی اوفی بالکوفة وسهل بن سعد الساعدی بالمدینة وابو الطفیل عامر بن واثلة بمکة ولم یلق احدا منهم ولا اخذ عنه. واصحابه یقولون لقی جماعة من الصحابة وروی عنهم ولم یثبت ذلک عند اهل النقل وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انه رأی انس بن مالک رضی الله عنه۔"[1]

حضرت میاں صاحب نے خط کشیدہ الفاظ چھوڑ کر ہاتھ صاف کر دیا اور یہ فرما دیا کہ "قاضی شمس الدین ابن خلکان نے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے۔" حالانکہ ابن خلکان نے خطیب کا حوالہ اسی غرض سے دیا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت انسؓ کی رؤیت کا انکار صحیح نہیں۔

۶۔ امام نووی سے نقل میں بھی میاں صاحب کی یہی روش ہے کہ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد کے حوالے سے امام نووی نے جو یہ نقل کیا تھا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اس کو حذف کر دیا۔ چنانچہ تہذیب الاسماء کی پوری عبارت حسب ذیل ہے۔ خط کشیدہ الفاظ جناب میاں صاحب نے حذف کر دیئے ہیں:

---

[1] صفحہ ۱۹ [2] وفیات الاعیان تذکرہ نعمان بن ثابت صفحہ ۲۱۳ جلد ۲ طبع میمنیہ مصر ۱۳۱۰ھ

قال الشیخ ابو اسحاق فی الطبقات: هو النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماه مولی تیم الله بن ثعلبة، ولد سنة ثمانین من الهجرة وتوفی ببغداد سنة خمسین ومائة وهو ابن سبعین سنة. اخذ الفقه عن حماد بن ابی سلیمان وکان فی زمنه اربعة من الصحابة انس بن مالک وعبد الله بن ابی اوفی وسهل بن سعد وابو الطفیل ولم یاخذ عن احد منهم. وقال الخطیب البغدادی فی التاریخ: هو ابو حنیفة التیمی امام اصحاب الرأی وفقیه اهل العراق رأی انس بن مالک ^ا (معیار الحق صفحہ ۶)

مزید لطف یہ ہے کہ جو عبارت میاں صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کی ہے اس میں کہیں بھی یہ تصریح نہیں کہ امام صاحب نے ان صحابہ کو دیکھا نہیں تھا بلکہ اس میں جو کچھ مذکور ہے وہ صرف یہ ہے کہ "امام صاحب نے ان میں سے کسی سے روایت نہیں کی"۔

افسوس ہے کہ باایں ہمہ جوش ادعا میاں صاحب موصوف امام صاحب کی تابعیت کی نفی میں ایک بھی قول کسی ایسے شخص کا پیش نہ کر سکے جو ان کے نزدیک اہل نقل میں سے ہو۔ ہاں یہ ہے کہ میاں صاحب نے ابن خلکان وغیرہ کی اس عبارت سے کہ ولم یلق واحدا منهم ولا اخذ عنهم یہ مطلب نکالا ہے کہ یہ حضرات تابعیت کے منکر ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں نے لقاء اور روایت کا انکار کیا ہے نہ کہ تابعیت کا۔ اور یہ ہم ابتدا میں واضح کر چکے ہیں کہ تابعیت کے لیے رفاقت اور صحبت ضروری نہیں بلکہ صرف ایک دوسرے کو دیکھ لینا ہی کافی ہے۔ لہٰذا ان کے اقوال سے تابعیت کی تردید

توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ

کا مصداق ہوگی۔ بلکہ ان حضرات نے تو اس امر کی صاف لفظوں میں تصریح کی ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دیدار سے اپنی آنکھیں روشن کی تھیں۔

اور یہی مغالطہ جناب میاں صاحب کو حافظ ابن حجر کی تقریب التہذیب کی عبارت کے سمجھنے میں لگا ہے۔ چنانچہ انھوں نے امام صاحب کے تابعی نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی

---

ا تہذیب الاسماء صفحہ ۱۰۰ جلد ۲ طبع ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر

ہے کہ حافظ صاحب نے امام اعظم کو چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے اور چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی
کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی لہٰذا آپ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعین ہوئے۔ یہاں بھی موصوف
کو وہی غلطی لگی کہ ابتدائی تعلق سے روایت کی نفی ہو گئی۔ میاں صاحب اگر حافظ صاحب کے مقدمہ
تقریب کی عبارت کا بغور مطالعہ کرتے تو ان کو واضح ہو جاتا کہ تبع تابعین کا طبقہ خود حافظ صاحب کی
کی تصریح کے مطابق چھٹا نہیں بلکہ ساتواں ہے چنانچہ ابن جریج جن کو حافظ صاحب نے بطور
مثال پیش کیا ہے ان کے بارے میں سابقہ میں حافظ صاحب ہی کے استاذ حافظ زین الدین عراقی
کی یہ تصریح گزر چکی ہے کہ عمرو بن شعیب سے جو مشاہیر تابعین سے روایت کی ہے ان میں عبدالملک
بن عبدالعزیز بن جریج بھی ہیں:

خود تقریب التہذیب کے مقدمہ میں طبقات کی تفصیل حافظ صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں
بیان کی ہے فرماتے ہیں:

وأما الطبقات فالأولى الصحابة على
اختلاف مراتبهم وتمييز من ليس لهم
إلا مجرد الرؤية من غيره الثانية طبقة
كبار التابعين كابن المسيب فإن كان مخضرما
صرحت بذلك الثالثة طبقة الوسطى
من التابعين كالحسن وابن سيرين
الرابعة طبقة تليهم جل روايتهم عن كبار

اور طبقات میں پہلا طبقہ صحابہ کا ہے جن کے اختلاف مراتب کو
بھی بیان کیا ہے اور ان میں ان کو بھی جداگانہ طور پر بتلا دیا
ہے کہ جن کو صرف رؤیت حاصل تھی۔ دوسرا طبقہ کبار تابعین
کا ہے جیسے کہ ابن المسیب۔ اور اگر اس طبقہ میں کوئی مخضرم تھا
تو میں نے اس کی بھی تصریح کر دی ہے۔ تیسرا طبقہ تابعین کا
درمیانی طبقہ ہے۔ جیسے حسن اور ابن سیرین ہیں۔ چوتھا طبقہ ان
کے بعد والوں کا ہے جن کی اکثر و بیشتر روایات کبار تابعین

---

[1] چنانچہ میاں صاحب فرماتے ہیں:
خود حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں: النعمان بن ثابت ابو حنیفۃ الامام
[illegible] الکوفی فقیہ مشہور من السادسۃ انتہی۔ اقول حافظ ابن حجر نے امام کو
چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے اور چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی چنانچہ
[illegible]

من التابعين كالزهري وقتادة الخامسة الطبقة الصغرى منهم الذين رأوا الواحد والاثنين ولم يثبت لبعضهم السماع من الصحابة كالاعمش السادسة طبقة عاصروا الخامسة لكن لم يثبت لهم لقاء احد من الصحابة كابن جريج السابعة طبقة كبار اتباع التابعين كمالك والثوري۔

سے ہیں جیسے زہری اور قتادہ ہیں۔ پانچواں طبقہ تابعین کا طبقہ صغریٰ ہے جنھوں نے ایک یا دو صحابہ کو دیکھا تھا اور ان میں سے بعض کا صحابہ سے سماع ثابت نہیں ہے جیسے اعمش ہیں۔ چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو پانچویں طبقے والوں کے ہم عصر تھے لیکن ان کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں ہے جیسے ابن جریج۔ ساتواں طبقہ کبار تبع تابعین کا ہے جیسے کہ مالک اور ثوری ہیں۔

جائے غور ہے کہ جب کہ ترتیب تابعین کا پہلا طبقہ ساتواں ہے ذکر چھٹا تو پھر میاں صاحب نے حافظ ابن حجر کے امام صاحب کو چھٹے طبقہ میں ذکر کرنے کی بنا پر ان کو تبع تابعین میں کیسے شمار کر لیا باوجودیکہ حافظ ابن حجر کا تقریب اور تہذیب کی عبارت دونوں واشگاف طور پر امام صاحب کی تابعیت کا اعلان کر رہے ہیں؟ تہذیب التہذیب تو میاں صاحب کی نظر سے نہیں گزری لیکن حافظ ابن حجر کا متعلق کا قول تو محقق شامی اور علامہ طحطاوی دونوں نے نقل کیا ہے اور شامی کی رد المحتار اور طحطاوی کی شرح الدر المختار دونوں کتابیں میاں صاحب کے پیش نظر ہیں اور وہ اسی بحث میں ان دونوں کتابوں کے معیار الحق میں بار بار حوالے دیتے چلے جاتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ میاں صاحب کے اس طرز عمل کی کیا توجیہ کی جائے جبکہ دوسروں سے ذرا چوک ہو جائے تو میاں کو فوراً یہ شعر یاد آجاتے ہیں ؎

آنانکہ چشم بر رخ تحقیق وا کنند — از بہر چہ فہم رنگ تقلید را کنند
در بحر گر غیر خوشی عارج نیست — پر بہرہ ہاست تکیہ بچون و چرا کنند

معیار الحق میں جن چند علماء کے بیانات سے میاں صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کچھ کام لیا ہے وہ بھی ایسے ہی ہیں جتنے علماء کے حوالے ذکر کیے ہیں ان سے امام صاحب کی صحابہ سے روایت کرنے کی نفی تو معلوم ہوتی ہے تابعیت کی نفی ثابت نہیں ہوتی اور ان حوالوں میں بھی کہیں صراحت کے ساتھ یہ ذکر نہیں کہ امام صاحب تابعی نہ تھے۔ اتنے کمزور دلائل پیش کرنے کے بعد یہ دعوی کرنا کہ امام صاحب کی تابعیت پر علماء نقل متفق نہیں! میاں صاحب جیسے بزرگ کے ہرگز شایان شان نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کسی عالم نے امام اعظم کے تابعی ہونے سے انکار کیا ہے تو اس کے انکار کی اتنے سارے دیگر اکابر محدثین علماء نقل کے سامنے کیا حیثیت ہے۔ تعجب تو خوب میاں صاحب کی طرف سے حق کو ماننے ہی سے انکار کر دیا جائے۔

---

## ۱۹ - امام صاحبؒ کی تابعیت اور نواب صدیق حسن کی تحقیقات

انکارِ تابعیت کے باب میں میاں نذیر حسین صاحب کے مشہور معاصر اور اہلِ حدیث کے نامور مصنف نواب صدیق حسن خان صاحب کا طرزِ عمل اگرچہ میاں نذیر حسین صاحب کی بانگ تعلّی کو نہیں پہنچا۔ لیکن پریشان بیانی کا اچھا نمونہ ہے۔ کبھی وہ پورے جزم و یقین کے ساتھ یہ فیصلہ فرماتے ہیں کہ "علماء حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام صاحبؒ تابعی نہیں تھے" اور کبھی خود ہی اپنے فیصلہ کے برخلاف امام صاحبؒ کی تابعیت کے اثبات میں خطیب بغدادی، ولی الدین عراقی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کے اقوال اور فتاوی نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔

ہم ناظرین کے ملاحظہ کے لیے تصویر کے دونوں رخ پیش کیے دیتے ہیں —

۱۔ "الحطّہ فی ذکر الصحاح الستّہ" میں نواب صاحب نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو تبع تابعین میں داخل کیا ہے۔ فرماتے ہیں :

وتبع التابعی مسلم صاحب تابعیاً و هذه طبقة ثالثة بالنسبة الیه صلی اللہ علیہ وسلم ومنهم الامام جعفر الصادق وابو حنیفة النعمان بن ثابت۔[۱]

تبع تابعی وہ مسلمان ہے جس نے کسی تابعی کو دیکھا ہو۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے تیسرا طبقہ ہے۔ اس طبقہ میں امام جعفر صادق اور امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں۔

۲۔ "منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول" میں جو علمِ اصولِ حدیث میں نواب صاحب کی مشہور تصنیف ہے۔ موصوف نے ان علماء کی غلطی پر تنبیہ کی ہے جو امام صاحب کو تابعین میں داخل کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

وقال الحافظ ابن کثیر وقد ادخل بعضهم فی التابعین من لیس منهم کما اخرج آخرون من هو معدود فیهم وکذلک ذکروا فی الصحابة من لیس

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: بعض نے تابعین کے زمرہ میں ان لوگوں کو بھی داخل کر دیا ہے جو حقیقۃً تابعی نہیں ہیں۔ جبکہ کچھ لوگوں نے ان حضرات کو جن کا شمار تابعین میں ہے تابعین کے زمرہ سے خارج کر دیا

---

۱۔ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۳ھ

صحابیا کما عدوا جماعة من الصحابة فیمن عدوه تابعیا. وفات بحسب مبلغهم من العلم.

(انتہی)

ہے۔ اسی طرح صحابہ میں ان لوگوں کو ذکر کیا ہے جو صحابی نہیں تھا۔ جبکہ دوسروں نے صحابہ کی ایک جماعت کو تابعی سمجھتے ہوئے انہیں تابعین میں شمار کرلیا ہے۔ اور جس نے کیا اپنے مبلغ علم کے مطابق کیا ہے۔ سوا انتہی

گر یم مثالش اول امثال ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ در تابعین است زیرا کہ او را بکدام صحابی ملاقات حاصل نشدہ۔ [1]

میں (نواب صدیق حسن خان) کہتا ہوں پہلی صورت کی مثال تو ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ کا تابعین میں داخل کرنا ہے کیونکہ ان کی کسی بھی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

۳۔ اور ابجد العلوم میں جو موصوف کی مشہور ترین تصنیف ہے، امام صاحب کے تابعی نہ ہونے کا ایسا یقین آیا کہ اس پر محدثین کا اجماع ہی نقل فرمادیا۔ چنانچہ موصوف کے الفاظ ہیں:

لم یر احدا من الصحابة باتفاق اهل الحدیث، وان کان عاصر بعضهم علی رای الحنفیة [2]

اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ امام صاحبؒ نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا ہے۔ اگرچہ احناف کی رائے کے مطابق صحابہ میں سے بعض حضرات سے ان کی معاصرت ثابت ہے۔

---

[1] صفحہ ۱۱۰ طبع شاہجہانی بھوپال ۱۳۰۹ھ

[2] صفحہ ۔۔ طبع مطبع صدیقی بھوپال ۱۲۹۵ھ

یہ تحقیق بھی خوب ہے کہ امام صاحب کی صحابہ سے معاصرت بھی صرف حنفیوں کی رائے ہے۔ ورنہ نواب صاحب کے زعم کے مطابق تو صحابہ کرام کا عہد امام صاحب کی ولادت سے پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔ یہ فیصلہ اس وقت کا ہے جبکہ تدوین وقت کو اتفاق اختلاف میں امام صاحب کے زمانہ میں صحابہؓ کے وجود کی بو محسوس ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہاں طبری سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا ثبوت نقل کرکے فرماتے ہیں:

واز ین جا ثابت شد کہ وجود صحابہ در زمانہ او مانحو از ثبوت دارد (صفحہ ۲۳۳)

یہاں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس بات میں تو ثبوت کی کچھ بو ہے کہ صحابہ کا وجود امام صاحب کے زمانہ میں تھا۔

(بر صفحہ آئندہ)

مذکورہ بالا ان تینوں کتابوں میں تو موصوف کا مجرد دعویٰ ہے اور نفی تابعیت پر کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے لیکن "التاج المکلل" اور "اتحاف النبلاء" میں جو ان کی تراجم میں ہیں اس دعویٰ پہ دلیل بھی نقل فرمائی ہے۔ چنانچہ دونوں جگہ خطیب کے حوالے سے یہ مرقوم ہے:

قال الخطیب فی تاریخہ حنیفۃ ادرک ابو حنیفۃ اربعۃ من الصحابۃ وھم انس بن مالک بالبصرۃ وعبد اللہ بن ابی اوفیٰ بالکوفۃ وسھل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابو الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ ولم یلق احدا منھم ولا اخذ عنہ واصحابہ یقولون لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی عنھم ولم یثبت ذلک عند اھل النقل۔ ۱؎

خطیب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ (واللہ اعلم) کہ امام ابو حنیفہ نے چار صحابہ کو پایا تھا انس بن مالک کو بصرہ میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو کوفہ میں اور سہل بن سعد ساعدیؓ کو مدینہ میں اور ابو طفیل عامر ابن واثلہؓ کو مکہ میں۔ مگر نہ تو انہوں نے ان میں سے کسی صحابی سے ملاقات کی اور نہ ہی ان سے کوئی روایت کی۔ اور اصحاب ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات بھی کی اور ان سے روایت بھی کی لیکن یہ بات اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

اور "اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء والمحدثین" میں مذکورہ عبارت کا بعینہ ان الفاظ میں ترجمہ فرمایا ہے۔

"خطیب در تاریخ گفتہ ابو حنیفہ چہار صحابی را دریافتہ انس بن مالک و عبداللہ بن ابی اوفیٰ را در کوفہ و سہل بن سعد ساعدی را در مدینہ و ابو الطفیل عامر بن واثلہ را بمکہ۔ ولیکن ہیچ یکے را از ینہا ندیدہ و نہ اخذ کردہ۔ و یاران او گویند کہ وے جماعتی از صحابہ را ملاقات

---

اور نواب صاحب نے یہ سب جو باتفاق اہل الحدیث کے الفاظ رقم فرمائے ہیں مگر اس سے مراد محدثین نہیں بلکہ حضرات غیر مقلدین کا وہ فرقہ قلیلہ ہے جو اپنے آپ کو "اہل حدیث" سے موسوم کرتا ہے تو پھر نواب صدیق حسن خان کے دعوے کی صداقت واضح ہے۔

۱؎ التاج المکلل صفحہ ۱۲۶ طبع جدید

نمونہ واز آنہا روایت کردہ ولیکن ایں سخن نزد اہل نقل ثابت
نقشہ ۱ سلہ

تاہم نواب صاحب کی یہ بڑی عنایت ہے کہ انہوں نے اپنی بات کی خود ہی جابجا تردید کر دی ہے تاکہ دوسروں کو اس کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ چنانچہ "التاج المکلل" میں مذکورہ بالا عبارت کے متصل ہی ارشاد ہوتا ہے۔

| | |
|---|---|
| وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انہ رأی انس بن مالک رض ۔ ؎۱ | خطیب نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ |

اسی طرح اتحاف النبلاء میں اپنے فیصلے کی تردید دوسرے ورق پر ان الفاظ میں فرما دی ہے۔

| | |
|---|---|
| ابن حجر گوید کہ از ابن ابی اوفی یک حدیث روایت نمودہ است۔ وخطیب گفتہ انس را دیدہ۔ و ذہبی گفتہ یعنی دیدہ است۔ و ابن حجر گفتہ یعنی صحیح است ؎۲ | ابن حجر کہتے ہیں امام صاحب نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ اور خطیب کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ اور ذہبی کہتے ہیں کہ بچپن میں دیکھا ہے، ابن حجر نے کہا ہے یہی بات صحیح ہے۔ |

اور الحطہ میں تو نواب صاحب نے کمال ہی کر دیا۔ امام صاحب کے تابعی ہونے پر ایسی سیر حاصل بحث کی جو قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وقال الجلال السیوطی وقفت علی فتیا رفعت للحافظ ابی الفضل العراقی صورتھا ہل روی ابوحنیفۃ عن احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہل یعد فی التابعین اولا فاجاب | جلال الدین سیوطی کا بیان ہے کہ میں اس فتوی سے واقف ہوں جو حافظ ولی الدین عراقی سے لیا گیا تھا۔ جس میں یہ تھا کہ کیا ابوحنیفہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی سے روایت کی ہے، اور کیا وہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے |

؎۱ صفحہ ۱۲۳ طبع نظامی کانپور ۱۳۰۰ھ ؎۲ اتحاف النبلاء صفحہ ۱۲۰ ترجمہ ابوحنیفہ
؎۳ ثقافت، تعنیہ، ص ۲۲۴ ۔

نصه: الإمام أبو حنيفة لم تصح له رواية عن أحد من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وقد رأى أنس بن مالك. فمن يكتفي في التابعي بمجرد رؤية الصحابة يجعله تابعيا، ومن لا يكتفي بذلك لا يعده تابعيا.

ان الفاظ میں جواب دیا: "امام ابو حنیفہ کی کسی صحابی سے روایت صحیح نہیں ہے البتہ انھوں نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔ لہٰذا جو حضرات تابعیت میں مجرد رؤیت کو کافی سمجھتے ہیں وہ ان کو تابعی قرار دیتے ہیں۔ اور جو اس امر کو کافی نہیں سمجھتے وہ ان کو تابعی شمار نہیں کرتے۔"

ورفع هذا السؤال إلى الحافظ ابن حجر العسقلاني فأجاب بما نصه: أدرك الإمام أبو حنيفة جماعة من الصحابة لأنه ولد بالكوفة سنة ثمانين من الهجرة وبها يومئذ من الصحابة عبد الله بن أبي أوفى فإنه مات بعد ذلك بالاتفاق، وبالبصرة يومئذ أنس بن مالك ومات سنة تسعين أو بعدها. وقد أورد ابن سعد بسند لا بأس به أن أبا حنيفة رأى أنسا. وكان غير هذين من الصحابة أحياء في البلاد. وقد جمع بعضهم جزءا فيما ورد من رواية أبي حنيفة عن الصحابة، لكن لا يخلو إسناده من ضعف. والمعتمد على إدراكه ما تقدم. وعلى

امام ابو حنیفہ کی تابعیت کا سوال حافظ ابن حجر عسقلانی کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا تھا تو انھوں نے مندرجہ ذیل جواب دیا: "امام ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا ہے اس لیے کہ ۸۰ھ میں کوفہ میں ان کی ولادت ہوئی ہے۔ اور اس وقت وہاں صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ موجود تھے کیونکہ بالاتفاق ان کی وفات ۸۰ھ کے بعد ہی ہوئی ہے۔ اور اس وقت بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ زندہ تھے ان کی وفات ۹۰ھ میں یا اس کے بھی بعد ہوئی ہے۔ اور ابن سعد نے ایسی سند سے جس میں کوئی خرابی نہیں ہے یہ روایت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ نیز ان دونوں حضرات کے علاوہ اور صحابہ بھی مختلف شہروں میں موجود تھے۔ اور بعض علماء نے امام ابو حنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث کے بارے میں مختلف جزء[1] جمع کیے ہیں لیکن ان کی اسناد ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ بلکہ معتمد ادراک صحابہ کے بارے

---

[1] جزء: وہ چھوٹا سا رسالہ جو کسی موضوع پر تالیف کیا جائے۔

رؤيته لبعض الصحابة مما أورده ابن سعد في الطبقات فهو بهذا الاعتبار من طبقة التابعين۔ ولم يثبت ذلك لأحد من أئمة الأمصار المعاصرين له كالأوزاعي بالشام والحمادين بالبصرة والثوري بالكوفة ومالك بالمدينة ومسلم بن خالد الزنجي بمكة والليث بن سعد بمصر۔ انتهى

وقال السخاوي في شرحه لألفية العراقي المعتمد أنه لا رواية له عن أحد من الصحابة انتهى۔ وقال ابن حجر المكي في شرح المشكوٰة أدرك الإمام الأعظم ثمانية من الصحابة منهم أنس وعبد الله بن أبي أوفى وسهل بن سعد وأبو الطفيل۔ انتهى

وقال الكردري جماعة من المحدثين أنكروا ملاقاته مع الصحابة وأصحابه أثبتوه بالأسانيد الصحاح الحسان وهم أعرف بأحواله منهم والمثبت العدل أولى من النافي۔ وقد جمعوا مسنداته فبلغت خمسين حديثا يرويها الإمام عن الصحابة الكرام۔ وإلى هذا يشير الإمام بقوله

میں وہی ہے جو گزر چکا۔ اور بعض صحابہ کی رؤیت کے بارے میں مشہور روایت ہے جس کو ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے امام ابوحنیفہ تابعین کے طبقے میں داخل ہیں اور یہ ایسا مرتبہ ہے جو دوسرے شہروں میں رہنے والے ان کے ہم عصر ائمہ میں سے کسی امام کو حاصل نہ ہو سکا۔ جیسے کہ امام اوزاعی کو جو شام میں تھے اور حمادین (امام حماد بن سلمہ اور امام حماد بن زید) کو جو بصرہ میں اور امام ثوری کو جو کوفہ میں تھے اور امام مالک کو جو مدینہ میں تھے اور امام مسلم بن خالد زنجی کو جو مکہ میں تھے اور امام لیث بن سعد کو جو مصر میں تھے۔

اور علامہ سخاوی "شرح الفیہ العراقی" میں لکھتے ہیں کہ معتمد یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے روایت نہیں کی ہے۔ اور ابن حجر مکی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ امام اعظم نے آٹھ صحابہ کو پایا تھا ان میں حضرت انس، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ، حضرت سہل بن سعد اور حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ (انتہیٰ)

اور کردری فرماتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے ملاقات کی منکر ہے جبکہ اصحاب امام نے اس کا اثبات صحیح اور حسن اسانید کے ذریعے کر دیا ہے اور امام صاحب کے حالات کو امام صاحب کے اصحاب محدثین سے بہتر جانتے ہیں۔ اصحاب امام نے امام صاحب کی مسندات کو جمع کیا تو پچاس احادیث ایسی ملیں جن کو امام صاحب نے صحابہ کرام سے روایت کیا ہے۔ امام صاحب کے اس قول سے بھی اسی طرف اشارہ

ما جاءنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين وما جاءنا عن التابعين فهم رجال ونحن رجال! فاذا ممن زاحم التابعين في الفتوى القوم واذا كان التابعي يزاحم في الفتوى الصحابة فانه يقلد ذلك التابعي كما يقلد الصحابة. وهذا سبب صالح لتقديم مذهبه على سائر المذاهب.

سلہ

ملتا ہے کہ جو باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو وہ ہمارے سر آنکھوں پر، اور جو تابعین سے مروی ہو تو وہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی انسان ہیں۔ اسی بنا پر امام صاحب کے نزدیک تابعی سے اختلاف بھی کیا ہے۔ ہاں اگر کوئی تابعی اس پایہ کا ہو کہ وہ صحابی کے فتوے کے مقابلے میں اجتہاد کا ملکہ رکھتا ہو تو اس صورت میں امام صاحب اس تابعی کی بھی اسی طرح تقلید کر لیتے ہیں جس طرح صحابی کی کرتے ہیں۔ اور یہ فضیلت بھی بقیہ مذاہب پر امام صاحب کے مذہب کی فوقیت کا سبب بن سکتی ہے کیونکہ اس مذہب کی تدوین امام تابعی کے ذریعہ ہوئی)۔

یہ واضح رہے کہ یہ عبارت مذکورہ بالا صحابہ سے امام صاحب کے عدم اخذ و عدم لقاء کے بارے میں نواب صاحب نے "التاج المکلل" میں خطیب کے حوالے سے جو عبارت نقل کی ہے اور جس کا ترجمہ انھوں نے "اتحاف النبلاء" میں کیا ہے، اس عبارت کا تاریخ خطیب میں سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے بلکہ تاریخ خطیب میں جیسا کہ ہم سابق میں نقل کر چکے ہیں۔ اس کے برخلاف یہ صاف تصریح موجود ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا ہمارے خیال میں صورت واقعہ یہ ہے کہ چونکہ نواب صاحب کی یہ عام عادت ہے کہ وہ اپنی تصانیف میں دوسروں کی کتابوں کے صفحے کے صفحے بلا کسی حوالے کے نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور اسی لیے ان کے اس علمی سرقہ کا اہل علم کے حلقوں میں عام چرچا ہے۔ اسی عادت کے مطابق جب نواب صاحب "التاج المکلل" میں امام اعظم کا ترجمہ ابن خلکان کی تاریخ سے نقل کرنے بیٹھے تو جلدی میں کچھ کا کچھ نقل کر گئے جس سے عبارت کا مطلب خبط ہو کر رہ گیا۔

---

سلہ ملاحظہ ہو "الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ" صفحہ ۱۴۳-۴۶

ہم ذیل میں "التاج المکلل" اور "وفیات الاعیان" دونوں کی اصل عبارتوں کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ ناظرین مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ نواب صاحب نے عجلت میں کیسی غلطی کی ہے:

الامام ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ بن زوطی بن ماہ الامام الفقیہ الکوفی (مولی تیم اللہ بن ثعلبۃ وھو من رھط حمزۃ الزیات کان خزازا یبیع الخز وجدہ زوطی من اھل کابل وقیل من اھل بابل وقیل من اھل الانبار وقیل من اھل نسا وقیل من اھل ترمذ وھو الذی مسہ الرق فاعتق، وولد ثابت علی الاسلام) وقال اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ انا اسمعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان (من ابناء فارس من الاحرار واللہ ما وقع علینا رق قط. ولد جدی سنۃ ۸۰ (ثمانین) وذھب ثابت الی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وھو صغیر فدعا لہ بالبرکۃ فیہ وفی ذریتہ ونحن نرجو ان یکون اللہ تعالی قد استجاب ذلک لعلی فینا. والنعمان بن المرزبان ابو ثابت ھو الذی اھدی لعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ الفالوذج فی یوم مھرجان فقال مھرجونا کل یوم ھکذا) قالہ الخطیب فی تاریخہ واللہ اعلم (وادرک ابو حنیفۃ اربعۃ من الصحابۃ رضوان اللہ علیھم اجمعین! وھم انس بن مالک بالبصرۃ وعبد اللہ بن ابی اوفی بالکوفۃ وسھل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابو الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ ولم یلق احدا منھم ولا اخذ عنہ واصحابہ یقولون لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی عنھم ولم یثبت ذلک عند اھل النقل. وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انہ رای انس بن مالک رضی اللہ عنہ).

یہ پوری عبارت "وفیات الاعیان" کی ہے۔ نواب صاحب نے جب "التاج المکلل" میں اس عبارت کو اپنانا چاہا تو بین القوسین کی عبارت کو چھوڑ دیا جس سے مطلب خبط ہو گیا اور ابن خلکان کی عبارت خطیب بغدادی کی بن گئی۔ خطیب بغدادی کی "تاریخ بغداد"، ابن خلکان کی "وفیات الاعیان"، نواب صاحب کی "التاج المکلل" تینوں کتابیں مکرر طبع ہو چکی ہیں۔ اہل علم تینوں کتابوں کو سامنے رکھ کر نواب صاحب کی کارگزاری کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

## ۲۰۔ فاضل لکھنوی کی تحقیق

صحابہ سے امام اعظم رحمہ اللہ کی ملاقات اور رؤیت کے ثبوت میں اتنی بحث کافی ہے اب ہم اس بحث کو فاضل لکھنوی مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی اس عبارت پر ختم کرتے ہیں۔

منهم العلماء الثقات الدارقطني وابن سعد والخطيب والذهبي وابن حجر والولي العراقي والسيوطي وعلي القاري وأكرم السندي وأبو معشر وحمزة السهمي واليافعي والجزري والتوربشتي وابن الجوزي والسراج صاحب كشف الكشاف قد نصوا على كون الإمام أبي حنيفة تابعيا وإنما أنكر من أنكر منهم روايته عن الصحابة وقد صرح به جمع آخرون من المحدثين والمؤرخين المعتبرين أيضا تركت ذكرهم خوفا من الإطالة الموجبة للملالة وما نقلته إنما نقلته بعد مطالعة الكتب المذكورة لا بمجرد اعتماد نقل غيره ومن طالع الكتب المذكورة يجد صدق نقلي وأما كلمات ثقات في هذا الباب فأكثر من أن تحصى ومن أنكر كونه تابعيا من المؤرخين فلم

دارقطنی، ابن سعد، خطیب، ذہبی، ابن حجر، ولی عراقی، سیوطی، علی قاری، اکرم سندی، ابو معشر، حمزہ سہمی، یافعی، جزری، توربشتی، ابن الجوزی، سراج صاحب کشف کشاف، یہ سب علماء ثقات تصریح کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی تھے۔ ان میں سے اگر کسی نے انکار بھی کیا ہے تو امام صاحب کی صحابہ سے روایت کا انکار کیا ہے۔ اور یہی تصریح محدثین اور معتبر مؤرخین کی ایک دوسری جماعت نے بھی کی ہے میں نے ان حضرات کی عبارتیں طوالت کے خوف کے بموجب ملال ہے چھوڑ دیا ہے یہ بھی واضح رہے کہ امام صاحب کی تابعیت کے باب میں، میں نے جو کچھ نقل کیا ہے اس کو مذکورہ بالا کتب کے مطالعے اور تحقیق کے بعد نقل کیا ہے، صرف دوسروں کی نقل پر اعتماد کرتے ہوئے نہیں کیا ہے۔ چنانچہ جو شخص بھی ان کتابوں کا مطالعہ کرے گا اسے میرے نقل کی صداقت معلوم ہو جائے گی۔ رہے ہمارے ثقات کے اقوال تابعیت کے باب میں تو وہ شمار سے بھی زیادہ ہیں۔ مؤرخین میں سے جو بھی امام صاحب کی تابعیت کا منکر ہے وہ اطلاع و تتبع اور وسعت نظر میں حضرات مثبتین کے درجے کا نہیں۔

**استدراک** گزشتہ شمارہ میں امام صاحبؒ کی تابعیت کی بحث کے ضمن میں علامہ محمد اکرم سندھیؒ
کی "امعان النظر" کا حوالہ ناظرین کی نظر سے گزرا ہوگا جو مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی کتاب "اقامۃ الحجہ" سے
نقل کیا گیا تھا۔ ملیر والوں میں ایک علمی سفر کے سلسلے میں منصورہ، میرپورخاص اور حیدرآباد سندھ
جانے کا اتفاق ہوا۔ حیدرآباد سندھ میں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب سے شاہ ولی اللہ اکیڈمی
میں ملاقات ہوئی۔ موصوف کے کتب خانے میں "امعان النظر" کا ایک قدیم مخطوطہ ملا، اس کا سن
کتابت [illegible] ہجری ہے اور مدینہ منورہ میں اس کی کتابت عمل میں آئی ہے۔ یہ نسخہ نہایت
صحیح خوشخط اور صاف ہے۔ ہم نے اس نسخے سے محدث محمد اکرم سندھیؒ کی اصل عبارت جس کا حوالہ
فاضل لکھنوی نے دیا ہے نقل کرلی جو ہدیۂ ناظرین ہے:-

| | |
|---|---|
| وهذا هو التعريف لتابعي هو | تابعی کی یہی تعریف پسندیدہ ہے۔ بعض |
| المختار. قال بعض المحققين | محققین کہتے ہیں، اسی بنیاد پر امام اعظم تابعین |
| وبه يندرج الامام الاعظم في | کی صف میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ بلاشبہ |
| سلك التابعين فانه قد رأى انس | انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ |
| بن مالك وغيره من الصحابة على | کو دیکھا ہے۔ جیسا کہ شیخ جزری اسماء رجال القراء |
| ما ذكره الشيخ الجزري في اسماء رجال | میں اور امام توربشتی تحفۃ المسترشد میں اور صاحب |
| القراء والامام توربشتي في تحفة المسترشد | کشف الکشاف سورۃ المؤمنین میں نیز صاحب |
| وصاحب مرآة الجنان وغيرهم من | مرآۃ الجنان اور دوسرے متبحر علماء بیان |
| العلماء المتبحرين. انتهى | کر چکے ہیں۔ |

## ۲۱- امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے روایت

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تابعیت کے سلسلے میں صحابہ سے ان کی معاصرت اور رؤیت کی بحثیں تو مکمل ہو چکیں، اب صحابہ سے ان کی روایت کا مسئلہ باقی رہ گیا جو اس باب میں سب سے زیادہ معرکۃ الآرا ہے۔ بلاشبہ بعض علماءِ شافعیہ اس بات پر بضد ہیں کہ امام اعظمؒ نے کسی صحابی سے کوئی حدیث نہیں سنی اور انھوں نے اس بحث کو اس درازنفسی اور بلند آہنگی سے بیان کیا ہے کہ بعض حنفی علماء بھی اس باب میں ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن جو حضرات صحابہ سے روایت کی نفی پر مُصر ہیں ان کے پاس بجز عدمِ علم کے اور کوئی دلیل نہیں ہے، جبکہ ان کے برخلاف مثبتینِ روایت اپنے دعوے کے ثبوت پر قوی دلائل رکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ علم اور عدمِ علم باہم متعارض نہیں ہوتے۔

محدث مُلّا علی قاری نے "مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" کے مقدمہ میں اس بحث کا فیصلہ دو جملوں میں کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں

| | |
|---|---|
| قیل لم یلق احداً منھم. قلتُ لکن من حفظ حجۃ علی من لم یحفظ. والمثبت مقدم علی النافی.[1] | بعض نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ان میں سے کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں کہتا ہوں جس نے یاد رکھا اس کی بات حجت ہے اس پر جس نے یاد نہ رکھا۔ اور ثابت کرنے والا نفی کرنے والے پر مقدم ہے۔ |

## ۲۲- شیخ ابواسحٰق شیرازی کے دعوے کی تنقیح

اب اس اجمال کی تفصیل سنیے۔ سابق میں شیخ ابواسحاق شیرازی، شیخ مجدالدین ابن الاثیر جزری، مؤرخ ابن خلکان، وغیرہ کے بیانات ناظرین نے پڑھے ہوں گے کہ یہ حضرات صحابہ سے امام اعظمؒ کی روایت کے قائل نہیں ہیں۔ ان سب کے پیشرو شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی المتوفی ۴۷۶ھ ہیں جنھوں نے "طبقات الفقہاء" میں امام

[1] جلد ۱ صفحہ ۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ میں یوں اظہار خیال فرمایا ہے:

وقد كان في ايامه اربعة من الصحابة - انس بن مالك و عبد الله بن ابي اوفى الانصاري وابو الطفيل عامر بن واثلة وسهل بن سعد الساعدي وجماعة من التابعين كالشعبي والنخعي وعلي بن الحسين وغيرهم وقد سقنا تاريخ وفاتهم ولم يأخذ ابو حنيفة عن احد منهم وقد اخذ عنه خلق كثير نذكرهم في غير هذا الموضع ان شاء الله تعالى[1]

امام ابو حنیفہ کے زمانے میں چار صحابہ موجود تھے ۱۔ انس بن مالک ۲۔ عبداللہ بن ابی اوفیٰ انصاری ۳۔ ابو الطفیل عامر بن واثلہ ۴۔ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہم۔ نیز تابعین کی ایک جماعت بھی موجود تھی جیسے کہ شعبی، نخعی اور علی بن حسین وغیرہ۔ اور ان حضرات کی تاریخ وفات گزر چکی۔ لیکن ابو حنیفہ نے ان میں سے کسی ایک سے بھی علم اخذ نہیں کیا اور ابو حنیفہ سے ایک خلق کثیر نے علم اخذ کیا ہے جن کا ہم ان شاء اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ذکر کریں گے۔

یہ شیخ ابو اسحاق شیرازی کی اپنی ذاتی رائے ہے انھوں نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں ائمہ جرح و تعدیل میں سے کسی مستند امام کا کوئی قول پیش نہیں کیا ہے۔ شیخ موصوف کا یہ دعویٰ کئی وجوہ سے محل نظر ہے۔

### ۲۳- امام صاحب کے ہم عصر صحابہ

اولاً تو یہ بات درست نہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں صرف چار ہی صحابہ موجود تھے۔ مخدوم محمد ہاشم محدث سندھی کی "اتحاف الاکابر" کے حوالے سے ہم سابق میں ایسے صحابہ کی فہرست پیش کر چکے ہیں جن کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے زمانہ پایا تھا۔ مولانا محمد حسن سنبھلی المتوفی ۱۳۰۵ھ مؤلف "تنسیق النظام فی مسند الامام" نے اس فہرست کے علاوہ مزید نو صحابہ اور گنائے ہیں جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔[2]

---

[1] طبقات … طبع دار الرائد بیروت ۱۹۷۰ء [?]

[2] مقدمات … صفحہ ۱۰۰ تنسیق النظام طبع کراچی

| نام صحابی | سن وفات | کل مرویات | مقام وفات |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۔ حضرت اسعد بن سہل بن حنیف الانصاری رضی اللہ عنہ | | | |
| ۲۔ حضرت بسر بن ارطاۃ القرشی العامری رضی اللہ عنہ | ۸۶ھ | ۴ | مدینہ۔ شام |
| ۳۔ حضرت طارق بن شہاب بجلی کوفی رضی اللہ عنہ | ۸۳ھ | | |
| ۴۔ حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ | ۸۷ھ۔۸۹ھ | | |
| ۵۔ حضرت عبداللہ بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہ | | | |
| ۶۔ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ | | | |
| ۷۔ حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ | ۸۶ھ | | |
| ۸۔ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ | ۷۴ھ | ۶ | بصرہ |
| ۹۔ حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ | ۹۲ھ | | مدینہ |

اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم نے جن صحابہ کرام کا زمانہ پایا تھا ان کی کل تعداد چار نہیں بلکہ تیس کے قریب ہے۔ اگر مزید تحقیق و جستجو کی جائے تو ممکن ہے کہ اس فہرست میں کچھ اور صحابہ کے اسماء گرامی کا بھی اضافہ ہو جائے۔

شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ ان چار صحابہ کے نام جو شیخ شیرازی نے لیے ہیں اس کی وجہ ان حضرات کی شہرت، کثرت روایت اور فضیلت ہے بقیہ صحابہ چونکہ ان صفات کے حامل نہ تھے اس لیے ان کا ذکر نہیں کیا گیا لیکن یہ توجیہ بھی کوئی وزن نہیں رکھتی ان حضرات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ تو بلاشبہ متعدد خصوصیات کی بنا پر ایک خاص مرتبہ کے حامل ہیں اور دیگر صحابہ کے مقابلہ میں ان کی روایتیں بھی زیادہ ہیں لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ جن تین صحابہ کے نام خصوصی طور پر لیے گئے ہیں ان میں اور دیگر صحابہ میں کوئی خاص وجہ امتیاز معلوم نہیں ہوتی بلکہ جن حضرات صحابہ کے اسماء ترک کر دیے گئے ان میں بعض ایسے حضرات بھی ہیں کہ جو شرف و منزلت یا کثرت روایت میں ان تینوں حضرات سے بڑھے ہوئے ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہ ان کو صاحب القبلتین ہونے کا شرف حاصل ہے اور حضرت ابو امامہ

ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کہ ان کی مرویات دو نہ شستر کے قریب ہیں جب کہ مذکورہ اصحاب ثلاثہ میں سے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی ایک سو اٹھاسی، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی پچانوے اور حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی صرف نو ہی روایتیں ہیں۔

ثانیاً ان حضرات صحابہ سے عدم اخذ کا دعویٰ کرنا نفی پر شہادت ہے جو اپنے عدم علم کا اظہار ہے۔ نفی پر کوئی دلیل شیخ موصوف نے پیش نہیں کی ہے۔

ثالثاً یہ بات اور محل تعجب ہے کہ شیخ ابو اسحاق شیرازی جیسی شخصیت نہ صرف یہ کہ مذکورہ چار صحابہ سے امام اعظم رحمہ اللہ کی روایت کی قائل نہیں بلکہ ان کے علم کے مطابق امام صاحبؒ نے جماعت تابعین سے سب سے کوئی روایت ہی نہیں کی ہے حد یہ ہے کہ انہیں یہ بھی تسلیم نہیں کہ امام ابو حنیفہ نے امام شعبی سے بھی کوئی روایت کی ہے، حالانکہ ان کا شمار امام صاحب کے مشہور ترین شیوخ حدیث میں ہے اور حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ امام صاحبؒ کی اکثر و بیشتر روایات کبار تابعین ہی سے ہیں۔ امام شعبی کے بارے میں تو حافظ شمس الدین ذہبی نے بصراحت لکھا ہے:

وھو اکبر شیخ لابی حنیفۃ۔ امام شعبی امام ابو حنیفہ کے بہت بڑے شیخ ہیں۔ سلہ

امام ابراہیم نخعی کا انتقال ۹۶ھ میں اور امام زین العابدین کا ۹۴ھ میں ہوا ہے ان دونوں حضرات سے اگر امام صاحب کو براہ راست استفادہ کا موقع نہ مل سکا تو کیا ہوا تابعین کی ایک بڑی جماعت سے امام صاحب نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابراہیم نخعی امام صاحب کے استاذ الاستاذ ہیں، ان کے علم کے سب سے بڑے حامل امام صاحب ہی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کی بدولت آج ابراہیم نخعی کی فقہ زندہ ہے۔ اسی طرح حضرت زین العابدین کے دونوں صاحبزادگان امام محمد باقر اور حضرت زید بن علی اور ان کے پوتے امام جعفر صادق کا شمار امام ابو حنیفہ کے اکابر شیوخ میں ہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

---

سلہ تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۸۰ طبقہ سوم

## ۴۴۔ ابن الاثیر کی ابو اسحاق شیرازی کے دعوی کو مدلل کرنے کی ناکام کوشش

شیخ ابو اسحاق شیرازی کے اس دعوی کو علامہ مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے "جامع الاصول" میں یہ کہہ کر مدلل کرنے کی کوشش کی ہے کہ اہل نقل کے نزدیک امام صاحبؒ کی روایت صحابہ سے ثابت نہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وكان في زمان ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه اربعة من الصحابة انس بن مالك بالبصرة وعبد الله بن ابي اوفى بالكوفة وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة وابو الطفيل عامر بن واثلة بمكة. ولم يلق احدا منهم ولا اخذ عنه. واصحابه يقولون انه لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم. ولا يثبت ذلك عند اهل النقل. لہ | امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں صحابہ میں سے چار حضرات موجود تھے: (۱) انس بن مالک رضی اللہ عنہ بصرہ میں (۲) عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ میں (۳) سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ مدینہ میں اور (۴) ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ مکہ میں۔ اور ان کی نہ ان چاروں میں سے کسی ایک سے ملاقات ہوئی اور نہ انھوں نے ان سے کوئی روایت کی۔ امام صاحبؒ کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات بھی کی ہے اور ان سے روایت بھی کی، مگر یہ بات اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں۔ |

غور فرمائیے اس عبارت میں علامہ مجد الدین ابن الاثیر نے بعینہٖ وہی بات دہرا دی ہے جو شیخ ابو اسحاق شیرازی ان سے پہلے کہہ چکے ہیں۔ البتہ انھوں نے اس دعوی کو مدلل کرنے کے لیے خط کشیدہ الفاظ کا اور اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن یہ بات تب بنتی جب کہ وہ ان "اہل نقل" کی نشان دہی بھی کرتے کہ جن کے نزدیک امام صاحبؒ کی

---

لہ تحصیل التعرف فی الفقہ والتصوف از شیخ عبد الحق محدث دہلوی ورق ۹۰۔ اس کتاب کے مخطوطہ کا عکس مولانا محمد عبد الحلیم چشتی نزیل کراچی کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔

صحابہ سے لقا و روایت ثابت نہیں ورنہ جب تک اہل نقل مجہول ہیں عدم ثبوت کا دعویٰ کالعدم۔

۳۔ ابن خلکان، یافعی اور صاحب مشکوٰۃ ابن الاثیر کی بلا تحقیق پیروی

علامہ مجد الدین ابن الاثیر کے بعد جب قاضی شمس الدین ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ نے "وفیات الاعیان" میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ لکھا تو بعینہٖ یہی بات انہوں نے بھی نقل کر دی:

أدرك أبو حنيفة أربعة من الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين. وهم أنس بن مالك وعبد الله بن أبي أوفى بالكوفة وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة وأبو الطفيل عامر بن واثلة بمكة ولم يلق أحدا منهم ولا أخذ عنه. وأصحابه يقولون لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم. ولم يثبت ذلك عند أهل النقل.[1]

پھر علامہ یافعی المتوفی ۷۶۸ھ نے جب "مرآۃ الجنان" لکھی تو چونکہ ان کے پیش نظر "وفیات الاعیان" تھی اس لیے انہوں نے اسی عبارت کو اسی طرح نقل کر دیا ہے:

وكان قد أدرك أربعة من الصحابة، هم أنس بن مالك بالبصرة وعبد الله بن أبي أوفى بالكوفة وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة وأبو الطفيل عامر بن واثلة بمكة رضي الله عنهم. قال بعض أصحاب التواريخ ولم يلق أحدا منهم ولا أخذ عنه. وأصحابه يقولون لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم. قال ولم يثبت ذلك عند النقاد.[2]

اسی طرح صاحب مشکوٰۃ کا ماخذ بھی "جامع الاصول" ہے چنانچہ انہوں نے بھی "الاکمال فی اسماء الرجال" میں امام صاحب کے ترجمہ میں ابن الاثیر ہی کی عبارت نقل کر دی ہے جو درج ذیل ہے:

وكان في أيامه أربعة من الصحابة، أنس بن مالك بالبصرة و

---

[1] صفحہ ۴۰۵ طبع بیروت

[2] جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ طبع بیروت

عبداللہ بن ابی اوفیٰ بالکوفۃ وسہل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابو الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ ولم یلق احدا منہم ولا اخذ عنہم۔ ؎۱

۲۶۔ **بلا تحقیق نقل در نقل کے بارے میں ابن حجر کی تصریح**

ہمیں اس نقل در نقل پر حافظ ابن حجر عسقلانی کی وہ بات یاد آتی ہے جو انہوں نے مقدمہ فتح الباری میں صحیح بخاری کی احادیث کی تعداد پر بحث کرتے ہوئے پہلوں کی غلط شماری کی بابت لکھی ہے :-

| | |
|---|---|
| ان کثیرا من المحدثین وغیرہم | بلاشبہ بہت سے محدثین وغیرہ اپنے پیشرو |
| یسترسلون بنقل کلام من یتقدمہم | کی تقلید کرتے ہوئے اس کے کلام کو نقل کرنے |
| مقلدین لہ ویکون الاول ما اتقن | میں راحت محسوس کرتے ہیں حالانکہ پہلے شخص نے |
| ولا حرر بل یتبعونہ تحسینا | اتقان و تحقیق سے کام نہیں لیا ہوتا ہے مگر بعض |
| للظن بہ والاتقان بخلاف | حسن ظن کی بنا پر اس کی اتباع کیے چلے جاتے |
| ذلک ۔ ؎۲ | ہیں حالانکہ تحقیق اس کے برخلاف ہوتی ہے ۔ |

۲۷۔ **بلا تحقیق تقلید کی خرابی**

یہاں بھی یہی صورت ہے شیخ شیرازی نے اپنے ظن و تخمین سے ایک بات خلاف تحقیق لکھ دی، شیخ ابن الاثیر نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے اسے ارباب نقل کا قول سمجھ لیا، بعد کے آنے والے مؤرخین نے ابن الاثیر پر اعتماد کرتے ہوئے بغیر تحقیق ان کی تقلید شروع کر دی اور یوں ایک غلط بات متعدد کتابوں میں نقل در نقل ہوتی چلی آئی ۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ شوافع کا ایک گروہ اور بعض احناف بھی امام اعظم کی صحابہ سے روایت نہ کرنے کے قائل ہو گئے ۔

۲۸۔ **ابن الاثیر کی بے اصولی**

نظر کو بلند تر کیجیے، بالفرض ارباب نقل کا ایک گروہ امام اعظم کی صحابہ سے روایت کا منکر ہو تب بھی ان کی رائے کی اصحاب ابو حنیفہ کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے اس لیے کہ تاریخ کا یہ مسلمہ کلیہ ہے کہ ہر شخص کے حالات سے اس کے اصحاب دوسروں

---

؎۱ الاکمال ترجمہ امام ابو حنیفہ

؎۲ ہدی الساری مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۶۹ طبع منیریہ [illegible]

کی بہ نسبت زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا اصحاب ابوحنیفہ کے مقابلے میں دوسرے ارباب نقل کے بیانات کو ترجیح دینا اصول روایت اور اصول درایت دونوں کے خلاف ہے کہ

اهل البيت ادرى بما فيه

خود علامہ مجد الدین ابن الاثیر نے بھی جس کے قول کو بطور دستاویز پیش کیا ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمہ کے آخر میں اس اصول کو تسلیم کر لیا ہے چنانچہ امام صاحب پر مطاعن کی تردید کرتے ہوئے خود ان ہی کے قلم سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے ہیں:

| | |
|---|---|
| واصحابه اخبر بحاله۔ [1] | امام صاحب کے اصحاب ان کے حال سے زیادہ واقف رہتے ہیں۔ |

۳۹۔ علامہ قہستانی کا ابن الاثیر پر رد

لہٰذا خود ان کی تصریح کے مطابق فیصلہ اصحاب ابوحنیفہؒ کے حق میں ہونا چاہیے اسی لیے علامہ شمس الدین محمد قہستانی "شرح نقایہ" کے مقدمہ میں مجد الدین ابن الاثیر کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| ولا يضره ما في "جامع الاصول" من ذلك مما لا يثبت فانه قال آخر كلامه ان اصحابه اعلم بحاله من غيرهم۔ فالرجوع الى ما نقلوه عنه اولى من غيرهم۔ [2] | امام صاحب کے اکابر تابعین میں شمار ہونے کو یہ امر مضر نہیں کہ جامع الاصول میں یہ لکھا ہے کہ یہ بات ثابت نہیں، کیونکہ خود مصنف جامع الاصول نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب امام صاحبؒ کے حالات سے دوسروں کی نسبت زیادہ واقف ہیں لہٰذا اس بارے میں خود ان ہی کے اصحاب جو نقل کرتے ہیں اسی کی طرف رجوع کرنا غیروں کی طرف رجوع کرنے سے بہتر ہے۔ |

---

[1] دراسات اللبیب صفحہ ۳۰۹ شائع کردہ سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سندھ

[2] شرح مختصر الوقایہ المسمی بالنقایہ جلد ۱ صفحہ ۲ طبع کلکتہ ۱۲۷۴ھ

۴۰ - ابن الاثیر اور ابن خلکان کے متعلق عینی کی تصریح

لہٰذا عقل اور نقل دونوں کا یہ تقاضا ہے کہ اس بحث میں اصحاب ابوحنیفہ کے اقوال کو ترجیح دی جائے۔ اب ظاہر ہے جو بات عقل و نقل اور روایت و درایت دونوں کے اصولوں پر صحیح نہ ہو اور پھر اس کی صحت پر اصرار کیا جائے تو اس کو بجز تعصب کے اور کیا کہا جائے گا۔ اسی لیے علامہ عینی نے شرح معانی الآثار میں ابن الاثیر اور ابن خلکان کی اس روش کو تعصب کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| واما قول ابن الاثیر وابن خلکان | اور ابن الاثیر اور ابن خلکان اور ان لوگوں |
| ومن سلک مسلکھما من ان | کا جو ان کی روش پر چلے ہیں یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ |
| اباحنیفۃ لم یلق احداً من الصحابۃ | کی نہ تو کسی صحابی سے ملاقات ہوئی ہے اور نہ |
| ولا اخذ عنہ فذلک من باب | انھوں نے کسی صحابی سے کوئی روایت کی ہے |
| التعصب المحض۔ [۱] | محض تعصب کا نتیجہ ہے۔ |

متقدمین ائمہ نقل میں کئی ایسے حضرات کے نام تو معلوم ہیں جو صحابہؓ سے امام اعظمؒ کی روایت کو ثابت کرتے ہیں جیسے سید الحفاظ یحییٰ بن معین المتوفی ۲۳۳ھ کہ انھوں نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے امام صاحبؒ کا سماع حدیث بیان کیا ہے۔ اسی طرح محدث ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی المتوفی ۳۲۱ھ کہ انھوں نے ایک مستقل جزء اسی موضوع پر تالیف کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ سے براہ راست کیا کیا روایتیں کی ہیں۔ اسی طرح محدث ابو القاسم علی بن محمد المعروف بابن کاس نخعی المتوفی ۳۲۴ھ جنھوں نے صحابہ سے امام اعظم کی روایت کو علماء کا متفقہ فیصلہ قرار دیا ہے۔

۴۱ - متاخرین محدثین کے نامور حضرات اور اس مسئلہ میں ان کی تحقیقات

لیکن منکرین روایت کے سلسلہ میں نہیں نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہم عصر حضرات کی کوئی تصریح ملتی ہے نہ ان کے تلامذہ کے دور میں کسی صاحب کا بیان ملتا ہے جو مصنفین صحاح ستہ یا ان کے شیوخ کے طبقے میں کوئی صاحب نفی کرتے

---

[۱] التعلیق القویم من مقدمہ کتاب التعلیم صفحہ ۴۰-۴۱

نظر آتے ہیں، نہ ارباب صحاح ستہ کے تلامذہ میں کسی شخص کا بیان اس بارے میں ہماری نظر سے گزرتا ہے۔ یہاں تک کہ متقدمین کا دور ختم ہو کر متاخرین کا دور شروع ہوتا ہے جن کے سرفہرست حافظ ابن صلاح[1] کی تصریح کے مطابق اہل سنت حضرات کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ حافظ ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ

۲۔ حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ

۳۔ حافظ مصر عبدالغنی بن سعید مصری المتوفی ۴۰۹ھ

۴۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ

۵۔ حافظ ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ

۶۔ حافظ مغرب ابوعمر بن عبدالبر النمری المتوفی ۴۶۳ھ

۷۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ

ان حضرات میں صرف دارقطنی اور خطیب دو بزرگ ایسے ہیں جو اپنے اساتذہ اور معاصرین حفاظ حدیث کے برخلاف اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ امام اعظم کا سماع کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں حدیث "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" کو بسند روایت کرنے کے بعد کہ جس میں امام صاحب کا حضرت انسؓ سے سماع مذکور ہے، یہ تصریح کی ہے:

ولا یثبت لابی حنیفۃ سماع من انس بن مالک واللہ اعلم۔ حدثنی علی بن محمد بن نصر قال سمعت حمزۃ بن یوسف السہمی یقول سئل ابوالحسن الدارقطنی وانا اسمع عن سماع ابی حنیفۃ

امام ابوحنیفہ کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے، واللہ اعلم۔ ہم سے علی بن محمد بن نصر نے بیان کیا کہ میں نے حمزہ بن یوسف سہمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ دارقطنی سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا امام ابوحنیفہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع صحیح ہے؟ تو انہوں نے

---

[1] ملاحظہ ہو معرفۃ علوم الحدیث صفحہ [illegible] طبع [illegible]ھ

عن انسٌ يصح ؟ قال لا ولا رؤيته لم يلق ابو حنيفة احداً من الصحابة . ـه

جواب دیا کہ نہ تو ان کا سماع ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور نہ ہی رؤیت، امام ابوحنیفہ کی کسی صحابی تک رسائی ہی نہیں ہوئی۔

خطیب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دارقطنی کا یہ قول پیش کیا ہے۔ اگرچہ علامہ کوثری نے "تانیب الخطیب" میں دارقطنی کی اس عبارت کی صحت پر شبہ کا اظہار کیا ہے، ان کے نزدیک اس شبہ کی دو وجہیں ہیں، ایک تو یہ کہ خطیب نے خود "تاریخ بغداد" ہی میں آگے چل کر اس امر کا صاف اقرار کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ اور یہاں اپنے ہی دعوے کے برخلاف دارقطنی سے عدم رؤیت کی تصحیح نقل کر رہے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دارقطنی کی اصل عبارت میں مطبوعہ نسخہ میں تحریف ہوگئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

واقرار الخطيب هنا برؤيته انساً يدل على ان ما يعزى الى الخطيب في (٤ - ٢٠٨) من نص حكى عن حمزة السهمي انه قال سئل الدارقطني عن سماع ابي حنيفة عن انسٌ هل يصح قال لا ولا رؤيته) مما غيرته يد اثيمة ولم لمصحح المطبع من اجرام في الكتاب وكان اصل الكلام (سئل الدارقطني عن سماع ابي حنيفة من انس هل يصح ؟ قال لا الا رؤيته) فغيرته

خطیب نے یہاں امام ابوحنیفہ کی رؤیت انس رضی اللہ عنہ کا جو اقرار کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ خطیب کی طرف (تاریخ بغداد جلد ۴ صفحہ ۲۰۸ میں) جو یہ الفاظ منسوب ہیں کہ انھوں نے حمزہ سہمی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب دارقطنی سے امام ابوحنیفہ کے حضرت انس سے سماع کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ نہ سماع ہی درست ہے نہ رؤیت۔ اس جملہ کو کسی خطاکار نے بدل دیا ہے اور اس کتاب میں مطبع کی تصحیح کرنے والے کے متعدد جرائم ہیں۔ اصل عبارت اس طرح تھی "دارقطنی سے امام ابوحنیفہ کے حضرت انس سے سماع کی صحت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ سماع

---

لہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ طبع مصر ۱۳۴۹ھ

عید الاشجعۃ الی ولا بعثتہ ۔ ثبوت نہیں ہے مگر بعثت ثابت ہے" ذکر کیا ہے۔

نے الی بعثتہ کو ولا بعثتہ سے بدل دیا۔ [1]

دوسرے یہ کہ علامہ سیوطی نے بھی "تبییض الصحیفہ" میں دارقطنی کی اس عبارت کو ان ہی الفاظ میں نقل کیا ہے۔ ہم نے سابق میں حافظ سیوطی کی "ذیل اللآلی" کے حوالے سے بھی دارقطنی کی یہی عبارت نقل کی ہے۔ محدث ابن عراق نے بھی "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ" [2] میں حافظ ابن حجر کی "لسان المیزان" کے حوالہ سے دارقطنی کی وہی عبارت نقل کی ہے جو "ذیل اللآلی" اور "تبییض الصحیفہ" میں منقول ہے۔ لیکن "لسان المیزان" کا جو مطبوعہ نسخہ ہمارے پیش نظر ہے اس میں "لم یلق ابو حنیفۃ احدا من الصحابۃ" تک تو منقول ہے اور بعد کا جملہ "انما رای انس بعینہ ولم یسمع منہ" ساقط ہے۔

حال ہی میں حافظ ابن الجوزی کی "العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ" کا ایک بہت پرانا قلمی نسخہ ہماری نظر سے گزرا اس میں تاریخ خطیب کے حوالہ سے یہ عبارت اسی طرح مذکور ہے جس طرح "تاریخ بغداد" کے مطبوعہ نسخہ میں ہے لیکن مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی نے "اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ" میں دارقطنی کی اس عبارت کو ان ہی الفاظ میں نقل کیا ہے، جن الفاظ میں حافظ سیوطی کی "تبییض الصحیفہ" اور "ذیل اللآلی" میں مذکور ہے۔

اس بحث کا اصل تصفیہ تو اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ حافظ حمزہ بن یوسف سہمی کی کتاب "السوالات عن الدارقطنی" کا صحیح اور قدیم مخطوطہ ہمارے پیش نظر ہو۔ واضح رہے کہ جس طرح رجال کے متعلق حافظ حمزہ بن یوسف سہمی کا ایک رسالہ

---

[1] تانیب الخطیب صفحہ ۱۵ طبع مصر ۱۳۶۵ھ [2] جلد ۱ صفحہ ۲۰۱ طبع مصر

[2] ج اول ص ۲۷۳

[3] صفحہ ۳۵ ۔ اس کا قلمی نسخہ پیر جھنڈو میں مولانا بدیع الدین کے ذاتی کتب خانے میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔

ہے جس میں انھوں نے دارقطنی سے رواۃ کے متعلق سوالات کیے ہیں۔ اسی طرح محدث ابوعبدالرحمٰن محمد بن الحسین سلمی نیشاپوری المتوفی ۴۱۲ھ کا بھی اس موضوع پر ایک رسالہ[۱] موجود ہے جس میں مشائخ و رواۃ کے حالات پر موصوف نے بھی دارقطنی سے کچھ سوالات کیے تھے اور ان کو من و عن قلمبند کر لیا تھا۔ اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے :۔

اخبرنا ابو الفتح محمد بن احمد بن عبد الله بن محمد بن اسماعیل بن علی المعروف بسکویہ الاصبهانی قال قرئ على الشيخ ابي عبد الرحمن محمد بن الحسين السلمی بنيسابور فاقر به قال سمعت ابا الحسن علی بن عمر بن احمد المهدي الحافظ .

اس رسالہ میں بھی ابوعبدالرحمٰن سلمی نے دارقطنی سے امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کے بارے میں جو استفسار کیا ہے وہ حسب ذیل الفاظ میں منقول ہے :

| | |
|---|---|
| وسألته هل يصح سماع ابي حنيفة عن انس ؟ فقال لا يصح سماعه عن انس ولا من احد من الصحابة ولا تصح له رؤية انس ولا رؤية احد من الصحابة .[۲] | میں نے دارقطنی سے سوال کیا کہ کیا امام ابوحنیفہ کا حضرت انسؓ سے سماع ثابت ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ نہ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کا سماع ثابت ہے اور نہ ہی کسی اور صحابی سے نیز ان کے بارے میں نہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی رؤیت ثابت ہے اور نہ ہی کسی اور صحابی کی۔ |

اب ابوعبدالرحمٰن سلمی کی کتاب السوالات دیکھنے کے بعد بظاہر یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ حافظ سیوطی سے دارقطنی کا قول نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے اور غالباً

---

۱ھ اس رسالہ کے قلمی نسخہ کا عکس چوہدری عبدالعزیز صاحب ڈاکٹر کلثوم کراچی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ ۲ھ باب النون

دارقطنی امام اعظم کے بارے میں نہ صحابہ سے رؤیت کے قائل ہیں اور نہ روایت کے
بہرحال خلاصہ بحث یہ ہے کہ دارقطنی، خطیب بغدادی اور ابن الجوزی تینوں
حضرات صحابہ سے امام اعظم کے سماع کے قائل نہیں ہیں۔ ان میں ابن الجوزی خطیب
سے ناقل ہیں اور خطیب کا دارومدار دارقطنی کی مذکورہ تصریح پر ہے۔ اب غور طلب
بات یہ ہے کہ خطیب اور ابن الجوزی دارقطنی کی ایک بات کو تو مانتے ہیں مگر دوسری
بات تسلیم نہیں کرتے۔ یعنی دونوں حضرات اس امر کا تو اقرار کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے
حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا مگر اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں کہ انھوں نے
حضرت انسؓ سے کوئی روایت سنی بھی تھی حالانکہ جس بنیاد پر یہ دونوں بزرگ دارقطنی کا
فیصلہ رؤیت انسؓ کے متعلق مسترد کر رہے ہیں، اسی بنیاد پر روایت سے انکار بھی
مسترد ہو جاتا ہے۔ طبقات ابن سعدؒ کی وہ روایت جو تابعیت کے ذیل میں گزر چکی ہے
اور جس کی صحت کے حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں معترف ہیں، اس پر غور کیا جائے
تو اس میں رؤیت اور روایت دونوں کا اثبات ہے۔ اس روایت کے اصل الفاظ جو
مخدوم محمد ہاشم سندھی نے نقل کیے ہیں، یہ ہیں :-

| | |
|---|---|
| حدثنا العوفی سیف بن جابر | ہم سے عوفی سیف بن جابر قاضی واسط نے |
| قاضی واسط قال سمعت ابا حنیفة | بیان کیا کہ میں نے ابوحنیفہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ |
| یقول قدم انس بن مالک الکوفة | حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف |
| ونزل النخع وکان یخضب بالحمرة | لائے اور بنو النخع میں اترے، وہ سرخ خضاب |
| وقد رأیته مرارا۔ ؎ | لگاتے تھے۔ میں نے ان کو متعدد مرتبہ دیکھا ہے۔ |

اس حدیث میں امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں آمد اور قبیلہ
بنی نخع میں ان کے نزول کی خبر دینے کے بعد ان کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ وہ سرخ
خضاب لگاتے تھے۔ یہ ان کے فعل کی خبر ہے، جو حدیث فعلی موقوف ہوئی۔ اصولِ حدیث

---

؎ اتحاف الاکابر بمرویات شیخ عبدالقادر ملتانی

کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ صحابی کے قول، فعل اور عمل کا بیان بھی حدیث ہی کا ایک جزو ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایسی حدیث موقوف کہلاتی ہے۔ صحابہ سے امام ابو حنیفہ کی روایت کے ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حدیث مرفوع کی روایت نہ کی حدیث موقوف کی روایت کی۔ لیکن روایت بہر حال ہوگئی۔

علاوہ ازیں یہ ایک حقیقت ہے کہ دارقطنی اور خطیب دونوں بزرگ امام اعظمؒ کے فضائل واقعیہ کے انکار میں پیش پیش ہیں۔ امام اعظمؒ کے خلاف ان دونوں حضرات کا تعصب مشہور ہے اور خود ان کی تصانیف اس پر شاہد ہیں۔ جرح و تعدیل کا یہ اصول ہے کہ انکارِ فضیلت کے سلسلے میں کسی متعصب یا معاند کی بات قابل قبول نہیں۔

مذکورہ بالا ثقات حضرات میں حافظ ابو نعیم اصفہانی بھی ہیں، جنھوں نے مسند ابی حنیفہؒ میں ایک مستقل باب صحابہ سے امام ابو حنیفہ کے سماع کے بیان میں قائم کیا ہے، جس کے الفاظ ہیں:

ذکر من رأی ابو حنیفة من الصحابة وروی عنهم

ان صحابہ کا تذکرہ جن کو امام ابو حنیفہ نے دیکھا ہے اور ان سے روایت کی ہے۔

اور اس کے تحت لکھتے ہیں:

روی عن انس بن مالك وعبد الله بن الحارث الزبیدی ویقال عبد الله بن ابی اوفیٰ الاسلمی۔ [1]

امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن الحارث زبیدی سے روایت کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ اسلمی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

---

[1] التعلیق القویم صفحہ ۔۔

اسی بزم ہفت گانہ کے ایک اور رکن حافظ ابن عبدالبر اندلسی بھی ہیں جنھوں نے کتاب الکنیٰ[۱] میں تصریح کی ہے:

| | |
|---|---|
| وسمع من عبداللہ بن الحارث بن جزء فیعدّ بذلک من التابعین[۱] | امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے حدیث کا سماع کیا ہے لہٰذا اس بنا پر وہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ |

وسعت نظر اور امامت فن کے اعتبار سے ان دونوں حضرات کا پایہ دارقطنی اور خطیب سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ان میں کوئی حنفی بھی نہیں ہے حافظ ابونعیم اصفہانی شافعی ہیں اور حافظ ابن عبدالبر مالکیہ کے امام ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ دارقطنی اور خطیب کے اساتذہ میں بہت سے محدثین ہیں جو صحابہ سے امام ابوحنیفہ کی روایت کی صاف الفاظ میں تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ محدث ابوالقاسم علی بن کاس حنفی المتوفی ۳۲۴ھ جو دارقطنی کے استاذ ہیں، فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| من نعمہ الاکبر انہ روی عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان العلماء اتفقوا علی ذلک واختلفوا فی عددہم فمنہم من قال انہم ستۃ وامرأۃ ومنہم من قال خمسۃ وامرأۃ ومنہم من قال سبعۃ وامرأۃ ...[۲] | امام ابوحنیفہ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے روایت کی ہے، علماء کا اس امر پر اتفاق ہے، البتہ ان کی تعداد کے بارے میں مختلف آراء ہیں بعض چھ صحابی اور ایک صحابیہ بیان کرتے ہیں جب کہ بعض پانچ اور ایک صحابیہ اور بعض سات اور ایک صحابیہ بتاتے ہیں۔ |

---

[۱] التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات جلد ۲ صفحہ ۲۲۲

[۲] رسالہ فی مناقب الائمۃ الاربعۃ۔ قلمی نسخہ کتب خانہ عارف حکمت نمبر ۲۲۰ کتب التواریخ یہ رسالہ حسن بن حسین بن احمد الطبری کی تصنیف ہے جو حافظ زین الدین ابن قطلوبغا کے شاگرد ہیں۔

محدث ابن کاس نخعی کی تصریح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ سے امام اعظم کی روایت کا مسئلہ ان کے دور تک علماء میں مختلف فیہ نہیں تھا۔

اسی طرح دارقطنی کے مشہور اساتذہ میں حافظ ابوبکر محمد بن عمر بن جعابی المتوفی ۳۵۵ھ بھی ہیں، جو اپنی کتاب "الانتصار لمذہب ابی حنیفہ" میں صحابہ سے امام اعظم کے سماع کی تصریح کرتے ہیں۔ دارقطنی کے ایک اور شاگرد محدث ابو حامد حضرمی نے تو امام اعظمؒ کی صحابہ سے مرویات پر مشتمل احادیث کو ایک مستقل رسالہ میں جمع کر دیا ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

خطیب کے اساتذہ میں محدث ابو عبد اللہ حسین بن علی صیمری المتوفی ۴۳۶ھ نے اپنی کتاب "اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ" میں امام ابو حنیفہ کے صحابہ سے سماع پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے:

ذکر من لقی ابو حنیفۃ من الصحابۃ وما روی عنھم رضی اللہ عنہ وعنھم[1]

اسی طرح خطیب کے اساتذہ میں امام احمد بن الحسین القدوری المتوفی ۴۲۸ھ نے شرح مختصر کرخی میں صحابہ سے امام اعظم کی روایت کی تصریح کی ہے۔

مذکورہ محدثین وحفاظ کے علاوہ متقدمین اور متاخرین کی ایک بڑی جماعت نے صحابہ سے امام اعظم کی روایت کا اثبات کیا ہے۔ لہذا علماء کے ایک جم غفیر کے اثبات کے مقابلہ میں دارقطنی اور خطیب بغدادی کے انکار کی کیا حیثیت ہے، جب کہ اس پر سرے سے کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہے۔

## ۳۴ - اثبات روایت صحابہ پر نامور محدثین کی مستقل تالیفات

اسی مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر بعض اکابر علماء نے جن میں بعض بڑے بڑے محدث اور حافظ حدیث بھی ہیں، امام صاحب کی صحابہ سے روایت کردہ احاد

---

[1] محدث صیمری کی اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ مجلس علمی کراچی میں موجود ہے۔

پر مستقل جُزء تالیف کیے ہیں۔ اس سلسلہ میں جن حضرات کی تالیفات کا پتہ چل سکا ہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

۱۔ محدث ابو حامد حضرمی المتوفی ۳۲۱ھ
۲۔ ابوالحسین علی بن احمد عیسیٰ النہیقی (اخیر قرن رابع)
۳۔ امام عبدالرحمٰن بن محمد سرخسی المتوفی ۴۸۳ھ
۴۔ حافظ ابو سعد سمعانی المتوفی ۵۶۲ھ
۵۔ محدث ابو معشر عبدالکریم طبری المتوفی ۴۷۸ھ
۶۔ حافظ عبد القادر قرشی المتوفی ۷۷۵ھ

اب ان حضرات کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے :-

**ابو حامد حضرمی**

محمد نام، ابو حامد کنیت، "حضرمی" اور "بعرانی" نسبت۔ حضرمی کی یہ نسبت "بعرانی" سے زیادہ مشہور رہی۔ شجرۂ نسب یہ ہے :

محمد بن ہارون بن عبداللہ بن حمید بن سلیمان بن حیان الحضرمی البعرانی۔

بعض علماء نے ان کی تاریخ ولادت ۲۳۳ھ بیان کی ہے۔ لیکن خطیب بغدادی نے خود ان کی زبانی بصراحت نقل کیا ہے کہ میری ولادت ۲۲۵ھ میں ہوئی تھی۔ علامہ سمعانی نے بھی کتاب الانساب میں ان کی تاریخ ولادت یہی نقل کی ہے اور "بعرانی" نسبت کے تحت سب سے پہلے انھیں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن الانساب کے موجودہ نسخہ میں "بعرانی" کی تفصیل کی جگہ بیاض ہے۔ البتہ ابن منظور افریقی نے "لسان العرب" میں مادہ "بعر" کے تحت لکھا ہے کہ "بنو بعران" ایک قبیلہ ہے۔ اور علامہ زبیدی "تاج العروس" میں رقمطراز ہیں :

| | |
|---|---|
| وبنو بعران حيّ كما في اللسان | بنو بعران جیسا کہ لسان العرب میں تصریح ہے |
| وابو حامد محمد بن هارون | ایک قبیلہ ہے اور ابو حامد محمد بن ہارون بن عبداللہ |
| بن عبد الله بن حميد البعراني | بن حمید بعرانی شیخ ہاء بغداد کے رہنے والے |

بالفتح بغدادی ثقة روی عنه الدار قطنی۔ ثقہ تھے۔ دارقطنی نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

حافظ خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ اربابِ صحاحِ ستہ کے ہمزمان ہیں اور بہت سے شیوخ سے روایتِ حدیث میں ان کے ساتھ شریک بھی ہیں اور باوجود اس امر کے امام بخاری کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہ کیا ہے[1]۔ ان کے بعض مشہور شیوخِ حدیث کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ خالد بن یوسف سمتی ۲۔ نصر بن علی الجہضمی ۳۔ ولید بن شجاع السکونی ۴۔ عمرو بن علی۔ ۵۔ اسحاق بن ابی اسرائیل ۶۔ ابو مسلم واقدی ۷۔ محمد بن بشار ابو بکر بندار۔

ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں مشاہیر محدثین کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ حافظ دارقطنی، چنانچہ "سنن دارقطنی" میں ان سے بکثرت احادیث منقول ہیں۔ ۲۔ محمد بن اسماعیل وراق ۳۔ ابو بکر بن شاذان ۴۔ ابو حفص بن شاہین ۵۔ یوسف بن عمر القواس۔ ابو حامد حضرمی

ابو حامد حضرمی بڑے پایہ کے محدث اور نہایت ثقہ تھے۔ حافظ دارقطنی نے ان کو محدثین ثقات میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح ان کے دوسرے شاگرد یوسف بن عمر القواس نے بھی ان کو اپنے ثقہ شیوخ کی فہرست میں درج کیا ہے۔ ان کا انتقال محرم الحرام ۳۲۱ھ میں ہوا۔[2]

صحابہ سے امام ابو حنیفہ کی روایت پر مشتمل ان کا جزء حافظ ابن حجر عسقلانی کی "المعجم المفہرس" اور حافظ ابن طولون دمشقی المتوفی ۹۵۳ھ کی "الفہرست الاوسط" کی مرویات میں داخل ہے۔[3]

---

[1] ملاحظہ ہو "سنن دارقطنی" صفحہ ۹۹ طبع مطبع فاروقی دہلی [2] ان کے ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو "تاریخ بغداد" ترجمہ محمد بن حامد۔ "کتاب الانساب" للسمعانی نسبت حضرمی۔ "تاج العروس" مادہ "حضر"۔
[3] ابن ماجہ اور علم حدیث صفحہ ۱۱۸۔

## ۲۔ ابوالحسین علی بن احمد بن عیسیٰ النہفتی

انھوں نے بھی امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث پر ایک مستقل جزء تالیف کیا ہے یہ جزء محدثین میں متداول رہا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی المعجم المفہرس اور حافظ ابن طولون کی الفہرست الاوسط کی مرویات میں نہفتی کا جزء بھی شامل ہے۔ محدث خوارزمی نے بھی جامع مسانید الامام الاعظم میں اس جزء کی روایت کو نقل کیا ہے۔ ۱؎

نہفتی کا ترجمہ کتب تاریخ و رجال میں باوجود تلاش کے ہمیں نہیں مل سکا۔ یہ طبقہ میں امام ابوبکر سرخسی سے پہلے ہیں۔

## ۳۔ امام عبدالرحمن بن محمد سرخسی المتوفی ۴۳۹ھ

عبدالرحمن نام، ابوبکر کنیت اور سرخسی نسبت ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:۔

ابوبکر عبدالرحمن بن محمد بن احمد السرخسی۔

یہ بڑے بلند پایہ فقیہ اور محدث تھے۔ قاضی القضاۃ دامغانی کے ہم طبقہ ہیں امام ابوالحسن قدوری کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے فضل و کمال کی بنا پر قاضی ممالک الملک عبدالوہاب بن منصور ابن المشتری نے شافعی ہونے کے باوجود ان کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ علم و فضل کے ساتھ ساتھ انتہائی عابد و زاہد بھی تھے۔ حافظ عبدالقادر قرشی "الجواہر المضیئۃ" میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وکان یدیم الصوم وعرف بالزھد وکسر النفس۔ || یہ صائم الدہر تھے اور زہد و مجاہدۂ نفس میں مشہور تھے۔

صاحب تصانیف ہیں۔ ان کے تذکرہ نگاروں نے ان کی تالیفات میں کتاب "التجرید" اور "مختصر المتقرین" دو کتابوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ان کی تاریخ وفات ۲۳ رمضان المبارک ۴۳۹ھ ہے۔ ۲؎

---

۱؎ ابن ماجہ اور علم حدیث صفحہ ۱۰۱ ۲؎ امام سرخسی کے ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ از حافظ عبدالقادر قرشی و تاج التراجم از علامہ قاسم بن قطلوبغا۔

انھوں نے امام ابو حنیفہؒ کی صحابہ سے روایت کے سلسلہ میں جو جزء تالیف کیا تھا اس کو صدر الائمہ موفق بن احمد مکی نے مناقب الامام الاعظمؒ میں اور محدث سبط ابن الجوزی نے "الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح" میں روایت کیا ہے۔ [۱]

حافظ ابو موسیٰ مدینی المتوفی ۵۸۱ھ نے معرفۃ الصحابہ کے نام سے حافظ ابو نعیم اصبہانی کی کتاب پر جو ذیل لکھا ہے اس میں بھی "جزء والرحمن" کی ایک روایت مذکور ہے۔ [۲]

## ۴۔ حافظ ابو سعد سمان المتوفی ۴۴۵ھ

اسماعیل نام، ابو سعد کنیت اور سمان کی نسبت سے مشہور ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے :-

ابو سعد اسماعیل بن علی بن الحسین بن زنجویہ الرازی ۔

فقیہ، مؤرخ، اصولی، لغوی اور مشہور حافظ حدیث ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے جس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے :

الحافظ الکبیر المتقن ابو سعد اسماعیل بن علی بن الحسین ۔

ان کے شیوخ حدیث کی تعداد کئی ہزار ہے۔ طلب حدیث میں عراق، شام و حجاز و مغرب کو چھان مارا۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں :

رحل الی الشام والحجاز والمغرب ۔ [۳]

حافظ ابن عساکر نے ان کے شیوخ کی تعداد تین ہزار چھ سو بیان کی ہے جن میں سے حسب ذیل حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں :-

۱۔ عبد الرحمٰن بن محمد بن فضالہ ۲۔ ابو طاہر المخلص ۳۔ احمد بن ابراہیم بن فراس مکی ۴۔ عبد الرحمٰن بن ابی نصر دمشقی ۵۔ ابو محمد ابن نحاس مصری

---

[۱] ملاحظہ ہو مناقب الامام الاعظم ج ۱ ص ۔ الانتصار والترجیح ص ۔
[۲] ملاحظہ ہو لسان المیزان ترجمہ عائشہ بنت عجرد
[۳] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ اسماعیل بن علی ابو سعد سمان

حافظ ابو سعد سمان، محدث محمد بن ہارون حضرمی کے بھی بیک واسطہ شاگرد ہیں۔

ان سے بھی ایک جماعت کثیر نے حدیث کی روایت کی ہے جن میں (۱) ابوبکر خطیب بغدادی (۲) عبدالعزیز کتانی (۳) طاہر بن الحسین اور (۴) ابو علی الحداد جیسے بلند پایہ محدثین شامل ہیں۔

حافظ ابو سعد سمان کا شمار فقہ، حدیث، رجال، فرائض اور قراءت کے مانے ہوئے ائمہ میں ہوتا ہے۔ حافظ ذہبی کے الفاظ ہیں:

| | |
|---|---|
| وکان اماماً بلا مدافعة فی القراءة والحدیث والرجال والفرائض والشروط۔ عالماً بفقه ابی حنیفة و بالخلاف بینه وبین الشافعی وعالماً بفقه الزیدیة۔ | قراءت، حدیث، رجال، فرائض اور شروط کے بلا مقابلہ امام تھے۔ فقہ حنفی کے عالم تھے، فقہ شافعی اور فقہ حنفی کے اختلافی مسائل سے بھی واقف تھے۔ فقہ زیدیہ بھی جانتے تھے |

حدیث سے ان کو والہانہ لگاؤ اور تعلق تھا۔ فرماتے تھے:

| | |
|---|---|
| من لم یکتب الحدیث لم یتغرغر بحلاوة الایمان۔ | جس نے حدیث نہ لکھی اس کے حلق تک اسلام کی مٹھاس ہی نہ پہنچی۔ |

ان کے علم و فضل کے بڑے بڑے فضلاء اور محدثین معترف رہے ہیں۔ چنانچہ محدث دمشق امام عبدالعزیز بن احمد الکتانی المتوفی ۴۶۶ھ جو ان کے شاگرد رشید بھی ہیں ان الفاظ میں ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

کان السمان من الحفاظ الکبار زاهداً عابداً۔

اور محدث قریشی فرماتے ہیں:

وکان تاریخ الزمان وشیخ الاسلام۔

کثیر التصانیف تھے۔ حافظ ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں: وصنف کتباً کثیرة۔ ان کی تصانیف میں دس جلدوں پر مشتمل ایک تفسیر بھی ہے جس کا نام البستان فی تفسیر القرآن ہے۔

---

۔۔ تفصیلات کے لیے حسب ذیل کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں، تذکرۃ الحفاظ للذہبی (جلد ۳ صفحہ ...)

فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفی اور عقائد میں مائل بہ اعتزال تھے۔ حافظ ابن عساکر نے ان کا سنہ وفات ۴۴۲ھ بیان کیا ہے اور محدث قرشی نے ۴۴۳ھ۔

امام اعظم کی صحابہ سے مرویات پر انھوں نے جو جزء تالیف کیا ہے اس جزء کی روایتیں جامع مسانید الامام الاعظم میں مسند حافظ ابن خسرو کے حوالہ سے مروی ہیں محدث ابو معشر طبری کے روایت کردہ جزء میں بھی آگیا ہے۔ ابو معشر نے اپنے جزء کی تمام روایات ابو سعد سمان ہی کی سند سے نقل کی ہیں۔ جزء ابو معشر کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

## ۵ ۔ محدث ابو معشر عبد الکریم الطبری المقری الشافعی المتوفی ۴۷۸ھ

عبد الکریم نام، ابو معشر کنیت، طبری نسبت اور مقری صفت ہے۔ نسب نامہ یہ ہے :-

ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد بن محمد بن علی بن محمد طبری المقری القطان الشافعی۔

حدیث اور قراءت کے مشہور ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آخر عمر میں مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے اور وہاں طویل عرصہ تک انھوں نے قراءت کا درس دیا ہے۔ اسی بنا پر انھیں "مقری اہل مکہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

متعدد شیوخ سے حدیث کا سماع کیا۔ جن میں (۱) ابو عبد اللہ بن نظیف (۲) ابو النعمان تراب بن عمر (۳) عبد اللہ بن یوسف (۴) ابو الطیب الطبری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان کے تلامذہ حدیث میں حسب ذیل حضرات نامی و نامور گزرے ہیں :-

(۱) ابوبکر محمد بن عبد الباقی (۲) ابراہیم بن احمد الصیمری (۳) ابو نصر احمد بن عمر الغازی (۴) محمد بن المسیح النفسی (۵) حسن بن عمر الطبری (۶) ابو القاسم خلف بن نحاس۔

---

حاشیہ صفحہ گذشتہ: (۲) الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ للحافظ القرشی (۳) لسان المیزان لابن حجر (۴) شذرات

ابو معشر طبری کا شمار شوافع کے جلیل القدر ائمہ میں ہے۔ علامہ جزری نے طبقات القراء میں ان کا ترجمہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔

عبد الکریم بن عبد الصمد بن محمد بن علی بن محمد ابو معشر الطبری القطان الشافعی شیخ اهل مکة امام عارف محقق استاذ کامل ثقة صالح ۔۔۔ <sup></sup>

متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ فن قراءت میں ان کی تالیفات میں التلخیص فی القراآت الثمان اور سوق العروس بہت زیادہ مشہور ہیں۔ دیگر تصانیف میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں :۔

۱۔ کتاب العدد فی التفسیر ۲۔ عیون المسائل

۳۔ طبقات القراء ۴۔ الرشاد فی السواد فی شرح القراآت الشاذة

۵۔ کتاب العدد

تفسیر ثعلبی کے اس کے مصنف سے براہ راست راوی ہیں اور مسند احمد اور تفسیر نقاش اپنے شیخ زیدی کی سند سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا انتقال مکہ معظمہ میں سنہ ۴۷۸ھ میں ہوا۔[2]

امام اعظم کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث پر انھوں نے جو مستقل مجموعہ تالیف کیا ہے وہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی المعجم المفہرس اور حافظ ابن طولون دمشقی کی الفہرست الاوسط کی مرویات میں داخل ہے۔[3] اور علامہ جلال الدین السیوطی نے تبییض الصحیفہ میں

---

[1] غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء جلد اول صفحہ ۴۰۱ طبع مطبعہ سعادہ مصر ۱۳۵۱ھ

[2] ان کے ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو (۱) لسان المیزان (۲) طبقات الشافعیہ الکبریٰ للسبکی (۳) غایۃ النہایہ فی طبقات القراء جزری (۴) معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار للذہبی (۵) العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین لتقی الدین محمد الحسنی۔

[3] ابن ماجہ اور علم حدیث صفحہ ۱۱۸

هذا ما روى الإمام أبو حنيفة النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ بن زید بن ثابت الانصاری الشیمی تیم بن ثعلبۃ رحمہ اللہ تعالی توفی ببغداد سنۃ خمسین و مائۃ عن الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ؎

یہ وہ حدیثیں ہیں جن کو امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ بن زید بن ثابت انصاری تیمی (تیم بن ثعلبہ کی طرف نسبت ہے) رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن کی بغداد میں ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔

## ۲۹ — حافظ عبدالقادر قرشی حنفی المتوفی ۷۷۵ھ

مصر کے مشہور حنفی عالم، محدث، نحوی، حافظِ حدیث، فقیہ اور طبقاتِ حنفیہ پر مشہور ترین کتاب الجواہر المضیئہ کے مصنف ہیں۔ ان کا نام عبدالقادر، کنیت ابومحمد، قرشی نسبت اور محی الدین لقب ہے۔ سلسلۂ نسب کی تفصیل یہ ہے:۔

عبدالقادر بن محمد بن محمد بن نصراللہ بن سالم بن ابی الوفا القرشی محی الدین ابومحمد الحنفی المصری۔

شعبان ۶۹۶ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے مشہور اساتذہ فن سے علمِ حدیث کی تحصیل کی جن میں حسب ذیل حضرات کے اسماء گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:۔

۱۔ رضی طبری ۲۔ ابوالحسن بن صواف ۳۔ حسن بن عمر کردی ۴۔ رشید بن المعلم ۵۔ شریف بن علی ۶۔ عبدالحلیم الحرنی ۷۔ عبداللہ بن علی الصنہاجی ۸۔ مرتضیٰ ست الاجیال۔

حافظ قرشی نے محدث حسن کردی سے موطا اور محدث رشید بن المعلم سے "ثلاثیاتِ بخاری" کا سماع کیا تھا۔ حافظ دمیاطی نے بھی ان کو حدیث کی اجازت دی تھی۔ علامہ قرشی کا شمار حفاظِ حدیث میں ہے چنانچہ حافظ ابن فہد نے "لحظ الالحاظ" میں جو تذکرۃ الحفاظ کی

---

؎ امام ابوحنیفہ کے سلسلۂ نسب میں ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ عربی النسل تھے۔ امام ابومعشر طبری نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

؎ صفحہ ۲۰ طبع مکتبۂ اعزازیہ دیوبند ۱۳۵۰ھ

کا ذیل ہے ان کا تذکرہ کیا ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے :

"الامام العلامۃ الحافظ"

محدث ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ فقیہ، مفتی، مدرس اور مصنف بھی تھے فقہ سے خصوصی شغف تھا۔ مدت دراز تک آپ مسند تدریس و افتا پر فائز رہے۔ بے شمار طلبہ نے جن میں نامور حفاظ حدیث بھی تھے آپ سے کسب فیض کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے تلامذہ کی فہرست میں اپنے شیخ حافظ ابو الفضل زین الدین عراقی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ حسب ذیل تصانیف آپ نے یادگار چھوڑی ہیں :-

۱۔ الغایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ۲۔ الحاوی فی شرح معانی الآثار للطحاوی

۳۔ تہذیب الاسماء الواقعۃ فی الہدایۃ والخلاصۃ

۴۔ البستان فی فضائل النعمان

۵۔ الوسائل فی تخریج احادیث خلاصۃ الدلائل

۶۔ کتاب فی المؤلفۃ قلوبہم ۷۔ اوہام الہدایہ

۸۔ الدرر المنیفۃ فی الرد علی ابن ابی شیبۃ فیما اوردہ علی ابی حنیفۃ

۹۔ الاعتماد فی شرح الاعتقاد ۱۰۔ شرح الخلاصہ

۱۱۔ مختصر فی علوم الحدیث ۱۲۔ الوفیات

۱۳۔ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ

حافظ ابن حجر نے ان کے خط کی خاص طور پر تعریف کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ ان کا خط نہایت پاکیزہ تھا۔ ۷ ربیع الاول ۷۷۵ھ میں انھوں نے قاہرہ میں انتقال کیا۔ موصوفؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی مرویات کے سلسلہ میں انھوں نے جو مستقل جزو تالیف کیا ہے اس کے متعلق الجواہر المضیۃ کے مقدمہ میں امام اعظمؒ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں :

---

سلہ ان کے ترجمے کے لیے ملاحظہ ہو (۱) الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ لابن حجر (۲) لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ لتقی الدین بن فہد مکی ص ۲۰۸ (۳) شذرات الذہب فی اخبار من ذہب لعبد الحی بن العماد الحنبلی

ج ۶ ص [illegible]

وذکرت فی ھذا الجزء من سمعہ من الصحابۃ و من رآہ۔
میں نے اس جزء میں ان صحابہؓ کا ذکر کیا ہے جن سے امام ابو حنیفہؒ نے حدیثیں سنی ہیں اور ان کی زیارت کی ہے۔

یہ ہیں وہ حضرات جنہوں نے صحابہؓ سے امام اعظمؒ کی روایت پر مستقل اجزاء تالیف کیے ہیں۔ ان حضرات کے تراجم سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کس جلالتِ شان کے مالک تھے۔ اس پر بھی غور کیجیے کہ ان اجزاء کے مؤلفین میں حنفی بھی ہیں اور شافعی بھی، حنبلی بھی، فقیہ بھی ہیں اور محدث و حافظِ حدیث بھی۔ پھر ان اجزاء کی روایت جیسا کہ سابق میں گزر چکا ہے محدثین میں متداول بھی رہی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے 'البدایہ والنہایہ' میں امام ابو حنیفہؒ کے تذکرہ میں جو یہ الفاظ تحریر کیے ہیں:

وذکر بعضھم انہ روی عن سبعۃ من الصحابۃ واللہ اعلم۔[1]
بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ انھوں نے سات صحابہؓ سے روایت بھی کی ہو۔

## ۳۳ - روایتِ صحابہ کے اثبات پر حافظ ابن حجر کی تنقید اور اس کا جواب

اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض اجزاء ان کی نظر سے بھی گزرے ہیں۔ حافظ موصوف نے امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے روایت کی صحت پر نہ تو کوئی جرح کی ہے اور نہ اس بارے میں انھوں نے کسی خدشہ کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن ان کے برخلاف حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس سلسلہ میں یہ اظہارِ خیال فرمایا ہے:

وقد جمع بعضھم جزءا فیما رواہ ابو حنیفۃ عن الصحابۃ لکن لا یخلو اسنادھا من ضعف۔[2]
اور بعض حضرات نے صحابہ سے امام ابو حنیفہ نے جو روایتیں کی ہیں ان کے بارے میں مستقل جزء جمع کیے ہیں لیکن ان کی اسناد ضعف سے خالی نہیں ہیں۔

مگر اس کا کیا کیا جائے کہ حافظ صاحب کی یہ جرح مبہم ہے اور اصولِ حدیث کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ جرحِ مبہم ناقابلِ اعتبار ہے۔ معلوم نہیں حافظ صاحب کی نظر سے اس موضوع

---

[1] ترجمہ ابو حنیفہ بذیل سنہ ۱۵۰ھ
[2] تبییض الصحیفہ برحاشیہ کشف الآثار صفحہ ۱۳۲۔

[illegible] یا صرف حسن ہے۔ بہرحال حافظ صاحب کے مذکورہ
بالا الفاظ لکن لا یخلو اسنادہا من ضعف سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کو
ان کی اسانید میں صرف ضعف کی شکایت ہے، وضع و اتہام یا کذب کا وجود ان کی نظر میں
بلکہ ان اجزاء میں سرے سے موجود نہیں ہے اور یہ بھی اصول حدیث کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ مناقب
ضعیف روایات سے بھی ثابت ہو جاتے ہیں۔ خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی الاصابہ فی
تمییز الصحابہ میں بہت سے ایسے صحابہؓ کا ذکر کیا ہے جن کی صحابیت ایسی ہی روایات
سے ثابت ہے۔

چنانچہ الاصابہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| فقد اوردت فی القسم الاول من | میں پہلی قسم میں ان لوگوں کو لایا ہوں جن کا صحابی |
| وردت صحبتہ بطریق الروایۃ سواء | ہونا بطریق روایت ثابت ہے خواہ روایت کی سند |
| کانت الطریقۃ صحیحۃ او حسنۃ او ضعیفۃ | صحیح ہو یا حسن ہو یا ضعیف۔ |

دیکھیے یہاں حافظ صاحب نے صاف اقرار فرمایا ہے کہ وہ قسم اول کے صحابہ میں ایسے
لوگوں کا بھی شمار کریں گے کہ جن کی صحبت کا ثبوت بطریق ضعیف وارد ہوا ہے اور یہی حافظ
صاحب کی تصریح امام صاحبؒ کی روایت کے بارے میں بھی ہے۔ حافظ صاحبؒ کی ان دونوں
عبارتوں کو سامنے رکھ کر خود فیصلہ کر لیجیے کہ جس اصول پر حافظ صاحب کے نزدیک قسم اول
کے صحابہؓ کی صحابیت ثابت ہوتی ہے اسی اصول پر امام صاحب کی روایت صحابہ بھی ان کے
نزدیک ثابت ہے۔

کتنے تعجب کا مقام ہے کہ کسی صحابی کی صحابیت کے بارے میں کوئی روایت ضعیف
ملے تو ایسے صحابی کو قسم اول میں داخل کیا جائے۔ اور امام اعظم کی صحابہؓ سے روایت کردہ
کسی حدیث میں ضعف ہو تو اس پر جرح مبہم کر کے اس کی اہمیت کو مجروح کر دیا جائے۔
حافظ صاحب کے مشہور شاگرد علامہ سخاوی نے بھی "فتح المغیث" میں عالی اور نازل
کی بحث میں امام صاحب کی "وحدان" کا ذکر کرتے ہوئے یہی وطیرہ اختیار کیا ہے، چنانچہ
ارشاد ہوتا ہے:-

| | |
|---|---|
| وإن وجد له في حديث الإمام أبي حنيفة فلكن بسند غير مقبول إذ المعتمد أنه لا رواية للإمام عن أحد من الصحابة۔ ۱؎ | امام ابو حنیفہؒ کی احادیث میں "روایات وحدان"عہ ہیں لیکن غیر مقبول سند کے ساتھ۔ اس لیے کہ مستند بات یہی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے کسی صحابی سے روایت نہیں کی۔ |

غیر مقبول کے الفاظ بھی ضعف ہی پر دلالت کرتے ہیں، اتہام بالکذب یا وضع کو نہیں بتاتے

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ عالی اور نازل کی بحث میں جو اصول حدیث کا ایک مستقل عنوان ہے "وحدان" کی مثال میں امام صاحبؒ کی روایات ہی قابل ذکر سمجھی جاتی ہیں کیونکہ محدثین نے امام اعظم کی روایات کی جمع وتدوین پر خاص توجہ دی ہے اور تمام تابعین میں یہ خصوصیت صرف امام ابو حنیفہ کو حاصل ہے کہ ان کی ان تمام روایات کو جو صحابہ سے انہوں نے سنی تھیں بڑے بڑے نامور محدثین نے مستقل طور پر علیحدہ جمع کیا ہے جن میں سے بعض کے نام ابھی آپ کی نظر سے گزرے۔ بہرحال ان روایات کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ اور ان کے تلمیذ حافظ سخاوی جو متاخرین میں بڑے پایہ کے نقاد سمجھے جاتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے کہ یہ روایات ضعف سے خالی نہیں، اور یہ بھی کہ شاید تعجب ہو کہ امام صاحب کی "وحدان" ثبوت کے لحاظ سے صحاح ستہ کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ کی "ثلاثیات" سے زیادہ قوی ہیں کیونکہ حافظ سخاوی "ثلاثیات ابن ماجہ" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وخمسة أحاديث في ابن ماجة لكن من طرق بعض المتهمين | اور سنن ابن ماجہ میں پانچ ثلاثی احادیث ہیں، لیکن وہ بعض متہم راویوں کی سند سے ہیں۔ |

اصول حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ متہم کا درجہ دوسرے درجہ کی جرح ہے اور ضعیف کا تیسرا یا چوتھا درجہ کی۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام ابن ماجہ کی "ثلاثیات" صحت کے اعتبار سے امام صاحبؒ کی "وحدان" سے تین درجہ فروتر ہیں۔ اسی لیے جلال الدین السیوطی کو "تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ" میں ناچار یہ کہنا پڑا:

---

عہ وحدان سے مراد وہ روایتیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیک واسطہ مروی ہیں۔

۱؎ فتح المغیث صفحہ ۳۴۳

عن وطن المصعب۔ وابن الصعاد — بھی نہ ہوگا۔ اس روایت کو رافعی نے بطریق ابی ... مشتمل

عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ عن — ... خطیب بغدادی ابن النجار نے بطریق ابی ...

عبداللہ بن جزء الزبیدی عن — عن ابی حنیفہ عن عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی

لہ — صحابیت کیا ہے

انصاف سے دیکھا جائے تو امام صاحب کا صحابہ سے روایت کرنے کا مسئلہ اتنا اہم نہ تھا جتنا اس کو بنا دیا گیا ہے اور پھر ان احادیث کی تحقیق یہ کہ جن میں امام صاحب کا صحابہ سے سماع مذکور ہے حد سے زیادہ سختی برتی گئی ہے۔ اگرچہ یہ بات بھی تحقیق طلب ہے کہ ان روایات پر کلام کا منشا کیا تھا اور اس سلسلہ میں کون سا جذبہ کارفرما تھا۔ شافعی محدثین کا یہ طرز عجیب ہے کہ جب بھی ائمہ حنفیہ کے مناقب کا بیان ہوتا ہے تو ان کے یہاں تحقیقات کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک ایک بات کو نقد و جرح کی کسوٹی پر پوری طرح پرکھا جاتا ہے لیکن جب اپنے ائمہ کا ذکر چھڑتا ہے تو ساری تحقیقات بالائے طاق رکھ دی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر امام صاحب کی تابعیت کی بحث کو ہی لے لیجیے۔ حافظ ابن حجر نے رؤیت صحابہ کا اقرار کیا تو صحابہ سے امام صاحب کی روایت کو ضعیف قرار دے دیا۔ حالانکہ خود حافظ صاحب نے تقریب التہذیب کے مقدمہ میں امام شافعی کو تبع تابعین بتایا ہے تو اس کے ثبوت میں کسی ایک ضعیف روایت کو بھی پیش نہیں کیا ہے۔ اور اس دعوے کا ثبوت آج بھی ان حضرات کے ذمہ ہے جو حافظ صاحب کے اس دعوے کی تائید کریں۔

۴۴۔ وہ احادیث جو امام صاحب نے صحابہ سے روایت کی ہیں۔

افسوس ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس بحث میں اس جلالت شان کا مظاہرہ نہیں کیا جس کی بجا طور پر ان سے توقع کی جاسکتی تھی۔ اگر حافظ صاحب ذرا غور سے کام لیتے تو ان کے سامنے ایسی حدیثیں موجود تھیں جن کی سندیں صحیح ہیں اور ان میں صحابہ سے امام صاحب کی روایت بصراحت موجود ہے۔ مثال کے طور پر چند حدیثیں ہدیۂ ناظرین ہیں۔

---

لہ دیکھو کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۰ کتاب العلم من قسم الاقوال، منتخب کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۲ کتاب العلم بر حاشیہ مسند احمد بن حنبل طبع مصر۔ اس حدیث کی صحت پر تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

## ۳۵ - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام ابو حنیفہؒ کی روایت

۱۔ طبقات ابن سعد کی مذکورہ سابق روایت کے الفاظ پر ایک مرتبہ پھر غور کر لیجئے، حدیث کا پورا متن مع سند درج ذیل ہے۔

حدثنا الموفق سیف بن جابر قاضی واسط قال سمعت ابا حنیفۃ یقول قدم انس بن مالکؓ الکوفۃ ونزل النخع وکان یخضب بالحمرۃ وقد رأیتہ مرارا۔[1]

ہم سے موفق سیف بن جابر قاضی واسط نے بیان کیا کہ میں نے ابو حنیفہ کو یہ کہتے سنا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے اور نخع میں اترے۔ وہ سرخ خضاب لگاتے تھے اور میں نے انھیں متعدد بار دیکھا ہے۔

"کان یخضب بالحمرۃ" حدیث فعلی ہے جس کو امام صاحبؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے براہ راست روایت کرتے ہیں۔ اس کی سند کے بارے میں خود حافظ صاحب کو تسلیم ہے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ چنانچہ اسی روایت کو بنیاد بنا کر حافظ صاحب نے امام صاحبؒ کی تابعیت کے حق میں فتویٰ دیا ہے۔ لہٰذا اب یہ کہنا کہ امام ابو حنیفہ کی صحابہ سے جو روایات ہیں ان کی اسناد ضعف سے خالی نہیں، حافظ ابن حجر جیسے شخص کے شایان شان نہیں ہے۔

## ۳۶ - حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے امام صاحبؒ کی روایت پر تفصیلی بحث

۱۔ پھر معاملہ صرف اسی ایک روایت تک محدود نہیں ہے بلکہ صحابہ سے امام صاحبؒ کی بعض ایسی مرفوع روایتیں بھی موجود ہیں جن کا سلسلہ رواۃ ضعف سے یکسر خالی ہے اور وہ صحت کے اعلیٰ معیار کی حامل ہیں۔ چنانچہ حافظ ابوبکر محمد بن عمر بن محمد بن سبرۃ المعانی، المتوفی ۳۰۰ھ اپنی کتاب "الانتصار لمذہب ابی حنیفہ" میں فرماتے ہیں:

حدثنی ابو علی عبید اللہ بن جعفر الرازی من کتابہ جمع حدیث ابی حنیفۃ حدثنا ابی عن محمد بن مخلد عن ابی یوسف قال سمعت ابا حنیفۃ یقول

مجھ سے ابو علی عبید اللہ بن جعفر رازی نے اپنی کتاب میں سے جس میں امام ابو حنیفہ کی حدیثیں درج تھیں بیان کیا کہ مجھ سے ہمارے والد نے محمد بن مخلد کے واسطے سے امام ابو یوسف سے بیان کیا کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو کہتے

---

[1] اتحاف الاکابر بروایات الشیخ عبد القادر (قلمی) و عقود الجمان فی مناقب النعمان باب ۳

[2] مناقب کے علاوہ فن میں طبقات کی تصنیف حیثیت کے پہلے حصہ طبع ہو گیا ہے۔

حججت مع ابي سنة ست وتسعين ولي ست عشرة سنة فاذا انا بشيخ قد اجتمع عليه الناس فقلت لابي من هذا الشيخ قال هذا رجل قد صحب النبي صلى الله عليه وسلم يقال له عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدي فقلت لابي اي شيء عنده قال احاديث سمعها من النبي صلى الله عليه وسلم قلت قدمني اليه حتى اسمع منه فتقدم بين يدي فجعل يفرج عن الناس حتى دنوت منه فسمعته يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تفقه في دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث لا يحتسب[1]

ہوئے سُنا کہ میں نے ۹۶ھ میں جب کہ میری عمر سولہ سال تھی اپنے والد کے ساتھ حج کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ کے گرد لوگوں کا مجمع ہے میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ والد نے جواب دیا کہ یہ وہ صاحب ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے، ان کا نام عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی ہے۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ ان کے پاس کیا چیز ہے؟ (یعنی علم) والد نے جواب دیا احادیث ہیں جن کو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میں نے کہا مجھے ان کے پاس لے چلیے تاکہ میں ان سے حدیثیں سنوں، چنانچہ وہ میرے آگے ہو لیے اور میرے لیے راستہ صاف کرنے لگے یہاں تک کہ میں ان کے قریب ہو گیا اور میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا، اللہ تعالیٰ اس کے مہمات میں اس کے لیے کافی ہو گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کو وہم و گمان بھی نہ ہو گا۔

حافظ ابوبکر جعابی، محدث حاکم نیشاپوری، حافظ ابو نعیم اصفہانی اور دارقطنی کے شیخ اور مشہور حفاظ حدیث میں ہیں۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کا مفصل تذکرہ لکھا ہے۔ حدیث و رجال کے اکابر ائمہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ سند کے باقی رُواۃ یہ ہیں۔

۱۔ ابو علی عبید اللہ بن جعفر رازی ۲۔ جعفر بن محمد رازی

---

[1] ملاحظہ ہو مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ موفق بن احمد مکی صفحہ ۲۰ جلد ۱

۳- محمد بن سماعہ          ۲- قاضی ابو یوسف

امام ابو یوسف کی جلالت شان محتاج بیان نہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ بقیہ حضرات مذکورہ کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ عبداللہ بن جعفر بن محمد بن علی۔ یہ ابن الرازی کے نام سے مشہور رہے۔ ابوبکر بن الشیخ کے پڑوسی تھے۔ حدیث کا سماع (۱) عباس بن محمد دوری (۲) ابراہیم بن نصر کندی (۳) حسن بن علی بن عفان عامری (۴) حسین بن فہم اور ان کے معاصر دیگر محدثین سے کیا ہے۔

تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

(۱) حافظ ابوبکر بن جعابی (۲) حافظ ابن المقری (۳) حافظ ابو جعفر عقیلی (۴) اسد بن محمد صیرفی (۵) ابو الحسین بن البواب (۶) محمد بن عبداللہ بن شخیر (۷) ابو العباس بن مکرم (۸) ابن الثلاج۔

ان کا انتقال ۳۲۳ھ میں ہوا۔ حافظ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور ان کو ثقہ کہا ہے۔ [۱]

۲۔ جعفر بن محمد ابو الفضل المہدی الرازی۔ یہ عبداللہ بن جعفر رازی مذکور کے والد اور مشہور محدث عبدالرحمن بن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ صاحب کتاب الجرح والتعدیل کے شیوخ حدیث میں ہیں۔ ابن ابی حاتم نے اپنے وطن "رے" میں ان سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ جعفر نے محمد بن سماعہ کے علاوہ عبدالرحمن دشتکی اور یحییٰ بن المغیرہ المتوفی ۲۵۳ھ سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابن ابی حاتم نے ان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے

سمعت منہ بالری وھو صدوق۔ [۲]

۳۔ محمد بن سماعہ۔ مشہور ائمہ ثقات میں ہیں۔ حافظ ابن حجر "تقریب التہذیب" میں لکھتے ہیں:

محمد بن سماعۃ بن عبید اللہ بن ہلال          محمد بن سماعہ بن عبید اللہ بن ہلال تمیمی کوفی حنفی

---

[۱] تاریخ بغداد جلد ۹ ص ۳۵۱ طبع مصر

[۲] کتاب الجرح والتعدیل صفحہ ۴۸۰ جلد ۱          طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۷۱ھ

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ بن مالک، عبد اللہ بن الحارث زبیدی اور عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

امام غزالی نے بھی اس حدیث کے متن کو "احیاء العلوم" میں ذکر کیا ہے۔ اور حافظ سید مرتضیٰ زبیدی نے "اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین" میں اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے اس کے متعدد طرق کو بیان کیا ہے۔ ان طرق میں حافظ ابن المقری اور ابن عبد البر کا طریق بھی ہے اور یہ بعینہ وہی اسناد ہے جس اسناد سے اس کو حافظ ابوبکر بن جعابی روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ زبیدی کے الفاظ ہیں:

| | |
|---|---|
| واخرجه ابن المقرئ في مسنده | اس حدیث کو ابن المقری نے اپنی مسند میں |
| وابن عبد البر في العلم من رواية | اور ابن عبد البر نے "العلم" میں بروایت "ابو علی |
| ابي علي عبيد الله بن جعفر الرازي عن ابيه | عبید اللہ بن جعفر رازی عن ابیہ عن محمد بن سماعہ |
| عن محمد بن سماعة عن ابي يوسف [1] | عن ابی یوسف" بیان کیا ہے۔ |

حافظ زبیدی نے اس سند کو دو کتابوں کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ایک "مسند ابن المقری" اور دوسرے ابن عبد البر کی "کتاب العلم"۔ مسند ابن المقری سے مراد حافظ ابن المقری کی "مسند ابی حنیفہ" ہے، جو محدثین میں بڑی مقبول اور متداول رہی ہے۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کی تصانیف میں امام صاحب کی مسند کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وقد صنف مسند ابي حنيفة [2] | ابن المقری نے مسند ابی حنیفہ تصنیف کی ہے۔ |

اور حافظ ابن حجر عسقلانی "تعجیل المنفعۃ" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وقد اعتنى الحافظ ابو محمد | حافظ ابو محمد حارثی نے اور وہ ۳۰۰ھ کے بعد |
| الحارثي وكان بعد الثلاثمائة | ہوئے، امام ابو حنیفہ کی احادیث سے خاص طور پر |
| بحديث ابي حنيفة فجمعه في | اعتنا کیا ہے۔ اور ان کو مستقل طور پر ایک ضخیم |
| مجلدة ورتبه على شيوخ ابي حنيفة | جلد میں یکجا کر کے شیوخ ابی حنیفہ پر مرتب کر دیا ہے |

---

[1] صفحہ ۔ جلد اول طبع میمنیہ مصر ۱۳۱۱ھ [2] جلد ۳ صفحہ ۱۵۳ و طبع سوم

| | |
|---|---|
| وكذا هذه تخريج المرفوع منها للحافظ أبي بكر بن المقرئ وتصنيفه أصغر من تصنيف الحارثي وتخريج مسند أبي حنيفة للحافظ أبي الحسين بن المظفر . ١ | اسی طرح امام صاحب کی روایات میں جو مرفوع احادیث ہیں ان کی حافظ ابوبکر بن المقرئ نے علیحدہ تخریج کی۔ ان کی تصنیف حارثی کے مقابلہ میں مختصر ہے اور مسند ابی حنیفہ حافظ ابوالحسین بن مظفر سے منقول ہے۔ |

مسند ابی حنیفہ لابن المقرئ کی مذکورہ بالا سند کی مزید تحقیق کے سلسلہ میں حافظ سید مرتضیٰ زبیدی، حافظ قاسم بن قطلوبغا کی امالی کے حوالے سے ان کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وأما المسند الذي ساقه ابن المقرئ هكذا رأيته في أصل شيخنا من مسنده . ١ | وہ مسند جس کو ابن المقرئ نے بیان کیا ہے: میں نے اس کو اپنے شیخ (حافظ ابن حجر) کے پاس مسند ابن المقرئ کا جو اصل نسخہ تھا اس میں اسی طرح دیکھا ہے۔ |

جس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے پاس جو مسند ابن المقرئ کا اصل نسخہ تھا اس میں یہ سند بعینہ اسی طرح منقول تھی۔

حافظ ابن عبدالبر کی "العلم" سے مراد ان کی مشہور کتاب "جامع بیان العلم وما ینبغی فی روایتہ وحملہ" ہے اس میں بھی یہ روایت موجود ہے۔۲ لیکن جامع بیان العلم کے مطبوعہ نسخہ میں تصحیح کا اہتمام نہ ہونے کی بنا پر سند اور متن دونوں میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں جن کی تصحیح حافظ عبدالقادر قرشی کی "الجواہر المضیئہ"۳ اور حافظ زبیدی کی "اتحاف السادۃ المتقین" اور مذکورہ بالا عبارات کو سامنے رکھ کر کر لینی چاہیے۔

---

۱ مطبوعہ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن — ۱ اتحاف السادۃ المتقین ص ۱۴ جلد اول

۲ ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۱۴ طبع منیریہ مصر

۳ ملاحظہ ہو ترجمہ عبداللہ بن جعفر رازی

بہر حال حافظ زین العراقی اور حافظ ابن عبد البر دونوں نے اس کی تخریج ایک ہی سند سے کی ہے۔ یہ سند جیسا کہ سابق میں گزرا تمام شروط صحت کی جامع ہے۔ متاخرین نے صحت سند کے لیے پانچ شرطیں رکھی ہیں، تین وجودی اور دو سلبی۔ وجودی شرائط حسب ذیل ہیں (۱) عدالت راوی (۲) کمال ضبط (۳) اتصال سماع۔ اور سلبی شرطیں دو ہیں (۱) عدم شذوذ (۲) انتفاء علت۔ اس حدیث کے تمام راوی عادل اور ضابط ہیں۔ سلسلۂ سند میں سماع کا اتصال ہے۔ شذوذ کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ روایت فرد ہے۔ چنانچہ حافظ ابو نعیم اصفہانی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وهذا لا يعرف له تخريج الامن | حضرت ابن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے |
| هذا الحديث عن ابن الحارث بن جزء | اس حدیث کی تخریج کا صرف ایک ہی طریق معروف ہے |
| وهو ما تفرد به محمد بن سماعة | اور وہ یہی طریق ہے جس کی روایت کرنے میں محمد |
| عن ابي يوسف عن ابي حنيفة۔ [۱] | بن سماعہ بروایت ابی یوسف عن ابی حنیفہ منفرد ہیں۔ |

واضح رہے کہ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے "مسند ابی حنیفہ" میں ہر حدیث کے طرق کی تفصیل بیان کرنے کا التزام کیا ہے۔ چونکہ یہ حدیث فرد تھی اس لیے اس کے فرد ہونے کی انہوں نے تصریح کر دی۔ فرد ہونا صحت حدیث کے منافی نہیں ہے۔ صحیحین میں دو سو کے قریب افراد و غرائب موجود ہیں۔

رہا انتفاء علت کا مسئلہ تو اس کے بارے میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ جس طرح حدیث انما الاعمال بالنیات حضرت عمر سے لے کر یحییٰ بن سعید انصاری کے طبقہ تک فرد ہی اور اس کے بعد پھر اس کے بہت سے طرق ہو گئے۔ اسی طرح یہ حدیث بھی حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء سے لے کر محمد بن سماعہ کے طبقہ تک فرد ہی ہے جیسا کہ حافظ ابو نعیم اصفہانی کی تصریح ابھی گزری ہے۔ پھر محمد بن سماعہ کے بعد اس کے متعدد طرق ہو گئے کیونکہ ابن سماعہ سے اس کو ان کے متعدد تلامذہ نے نقل کیا ہے اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں

---

[۱] التعلیق القویم صفحہ ۵۵

کہ ان پر محدثین کی جرح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے اس کے تمام طرق کا تفحص نہیں کیا انھوں نے حدیث کی عدم صحت کا حکم لگا دیا۔ اور تعجب ہے کہ حافظ ذہبی بھی اس غلطی کے حامل ہیں۔ چنانچہ "میزان الاعتدال" میں احمد بن الصلت حمانی کے تذکرہ میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| هذا كذب فان ابن جزء مات بمصر ولابي حنيفة ست سنين والآفة من احمد بن الصلت كذاب. | یہ جھوٹ ہے کیونکہ عبداللہ بن جزء رضی اللہ عنہ کا مصر میں اس وقت انتقال ہوا جب کہ امام ابو حنیفہ چھ سال کے تھے۔ اور یہ آفت (خرابی) احمد بن الصلت کی ہے جو کذاب تھا |

حافظ ذہبی کا اس بارے میں احمد بن الصلت کو متہم کرنا صحیح نہیں کیونکہ ہم نے جو سند پیش کی ہے اس میں ابن الصلت سرے سے موجود ہی نہیں ہے لہذا اس آفت کو احمد بن الصلت کے سر ڈالنا اور حدیث کی صحت سے انکار کر دینا خود ایک آفت ہے۔

رہی یہ بات کہ حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء کا انتقال ۸۶ھ میں ہوا ہے یہ خود اپنی جگہ محل نظر ہے۔ کیونکہ ان کے سنہ وفات کی تعیین میں محدثین کا اختلاف ہے۔

اور حافظ ذہبی سے زیادہ حافظ عراقی پر تعجب ہے کہ انھوں نے "تخریج احادیث احیاء" میں عبداللہ بن الحارث بن جزء کی وفات کے سلسلہ میں یہاں تک فرمایا ہے:

| | |
|---|---|
| وقد توفي عبد الله بن الحارث قبل سنة تسعين بلا خلاف. | اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ کا ۹۰ھ سے پہلے انتقال ہوا ہے۔ |

حالانکہ یہ بات قطعاً صحیح نہیں۔ چنانچہ محدث علی بن محمد بن عراق کنانی المتوفی ۹۶۳ھ اپنی کتاب "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ" میں فرماتے ہیں:

---

۱؎ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ جلد اول صفحہ ۲۲۳

| | |
|---|---|
| ونقل شمس الائمة الكردري | شمس الائمہ کردری نے مناقب ابی حنیفہ میں |
| في مناقب ابي حنيفة الحديث ونقل | اس حدیث کو نقل کر کے اسی قسم کا اعتراض جو بیان |
| ما تعقب به كنحو ما هنا ثم | مذکور ہوا بیان کیا ہے اور پھر حافظ ابوبکر جبانی |
| نقل عن الحافظ ابي بكر الجباني | اور برہان الاسلام غزنوی دونوں حضرات کا قول |
| وبرهان الاسلام الغزنوي انهما حكيا | نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ |
| ان عبدالله بن الحارث مات سنة | کا انتقال ۹۶ھ میں ہوا ہے۔ امام کردری فرماتے |
| ست وتسعين قال الكردري وعلى | ہیں کہ اس صورت میں روایت مذکورہ کا سماع |
| هذا فتمكن الرواية المذكورة (قلت) | ممکن ہے۔ میں (مصنف تنزیہ الشریعۃ) کہتا ہوں کہ |
| وهذا يعكر على قول الحافظ العراقي | یہ قول حافظ عراقی کے اس دعویٰ کی تردید ہے |
| انه مات قبل سنة ثمانين بلا خلاف | کہ حضرت عبداللہ بن حارث کا انتقال ۸۰ھ سے |
| والله اعلم۔ ؎ | قبل ہی ہوا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ |

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی کی تاریخ وفات میں مؤرخین سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ متأخرین محدثین نے جن میں حافظ ذہبی بھی شامل ہیں اس سلسلہ میں مؤرخ مصر حافظ ابوسعید عبدالرحمٰن بن احمد بن یونس المتوفی ۳۴۷ھ کے بیان پر زیادہ تر اعتماد کیا ہے کیونکہ ان کی تاریخ مصر متأخرین میں زیادہ متداول رہی ہے۔ اور حافظ ذہبی نے اس کا اختصار بھی کیا ہے۔ حافظ ابن یونس نے حضرت ابن جزء کا سنہ وفات ۸۶ھ ہی بتایا ہے چنانچہ اسی قول کو بعد میں زیادہ شہرت ہوگئی ورنہ ان کے سنہ وفات کے بارے میں ۸۵ھ۔ ۸۶ھ۔ ۸۷ھ اور ۸۸ھ کے اقوال تو خود حافظ عراقی تک نے نقل کیے ہیں۔ اور امام کردری نے جیسا کہ ابھی گزرا، برہان الاسلام غزنوی اور حافظ ابوبکر جبانی سے ان کی تاریخ وفات ۹۶ھ نقل کی ہے۔ اور یہی زیادہ قرین صواب ہے۔ کیونکہ حافظ ابن یونس نے اگرچہ مصر کی تاریخ لکھی ہے لیکن

---

؎ جلد ۱ صفحہ ۹۰ ؎ مناقب ابی حنیفہ کے مصنف شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری المتوفی ۶۴۲ھ نہیں بلکہ امام محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف کردری بزازی صاحب فتاویٰ بزازیہ المتوفی ۸۲۷ھ ہیں اور ان کا لقب شمس الائمہ نہیں ہے۔

وہ جلالتِ شان اور علوِ مکان میں حافظ ابن جعابی کے ہم پایہ نہیں۔ حافظ ابن جعابی ان ہی کے ہم طبقہ ہیں اور حفظِ حدیث اور کثرتِ معلومات میں ابن یونس سے کہیں فائق تھے۔ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ابن الجعابی کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكان اماما في معرفة العلل و ثقات الرجال و تواريخهم و ما يطعن به على الواحد منهم لم يبق في زمانه من يتقدمه۔[1]

یہ علل، ثقات رجال، تاریخ رجال اور جو کچھ کسی راوی پر جرح و قدح ہوئی ہے ان تمام امور کی معرفت میں درجہ امامت پر فائز تھے۔ ان کے زمانے میں کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو اس سلسلہ میں ان سے بڑھا ہوا ہو۔

چار لاکھ حدیثیں ان کی نوک زبان پر تھیں اور چھ لاکھ حدیثوں کا مذاکرہ رہتا تھا۔ حافظ ابن الجعابی نے طلبِ حدیث میں مختلف ممالک کے سفر کیے تھے۔ لیکن ابن یونس نے مصر سے باہر قدم نہیں نکالا۔ چنانچہ حافظ ذہبی کی ابن یونس کے تذکرہ میں تصریح ہے:

ولم يرحل ولا سمع بغير مصر۔

انھوں نے نہ تو طلبِ حدیث کے لیے سفر کیا اور نہ مصر کے محدثین کے علاوہ کسی اور محدث سے حدیث کا سماع کیا۔

* * * *

پھر جس حدیث پر بحث ہو رہی ہے اس کا مخرج عراق ہے، اس کی روایت میں حسب تصریح حافظ ابو نعیم اصفہانی امام محمد بن سماعہ منفرد ہیں بعد کو اس خاص حدیث کا مخرج [illegible] گیا۔ چنانچہ ابن سماعہ سے ابو جعفر رازی نے اور ابو جعفر سے ان کے بیٹے عبید اللہ نے نقل کیا اور عبید اللہ سے اس دور کے مشہور حافظِ حدیث (۱) حافظ ابو جعفر محمد بن عمرو صاحبِ کتاب الضعفاء الکبیر المتوفی ۳۲۲ھ نے سن کر روایت کیا۔ حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں یہ حدیث انہی کی سند سے نقل کی ہے۔ چنانچہ جامع بیان العلم کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں:

واخبرت عن ابي يعقوب يوسف بن احمد الصيدلاني المكي حدثنا ابو جعفر

---

[1] ج ۳ ص ۱۰۲

(۱) حدیث کے بارے میں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ حافظ ابن عبدالبر نے اپنے شیخ کا ذکر نہیں کیا (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

محمد بن عمرو بن موسیٰ العقیلی حدثنا ابو علی عبید اللہ بن جعفر الرازی (الحدیث) بلفظہ

اسی طرح (۲) حافظ ابن المقری نے "مسند ابی حنیفہ" میں اور (۳) حافظ ابن جعابی نے "فضائل مذہب ابی حنیفہ" میں بواسطہ ابو علی بن الرازی سے سُن کر درج کیا ہے جس کی تفصیل سابق میں گزر چکی ہے۔ ابوسعید بن یونس کے علم میں یہ روایت اس لیے نہ آسکی کہ اس روایت کا مخرج مصر نہیں تھا۔ امام ابوحنیفہ نے بھی اس حدیث کا سماع کوفہ میں کیا ہے اس لیے حافظ ابن یونس اس سلسلہ میں معذور ہیں ان کو اگر اس روایت کا پتہ چلتا تو وہ اپنی رائے بدل دیتے۔ معلوم نہیں حافظ ابن یونس نے حضرت ابن جزء رضی اللہ عنہ کی تاریخ انتقال کے بارے میں ۸۶ھ کی جو تعیین کی ہے اس کی بنیاد کیا ہے جب تک ان کے اس قول کی تائید میں کوئی روایت صحیح سند سے پیش نہ کی جائے اس پر کیوں کر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ صحابہ کے سنین وفات میں کتب طبقات صحابہ میں بکثرت اختلاف اقوال پایا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ طبقات صحابہ کا فن بعد میں مدوّن ہوا ہے اس لیے بہت سے صحابہ کی تاریخ وفات کی صحیح تحقیق نہ ہو سکی۔ سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مشہور ترین صحابی ہیں ان کے بارے میں اختلاف اقوال کی کیفیت یہ ہے کہ علامہ محمد بن یوسف شامی شافعی اپنی کتاب "سبیل الرشاد فی ہدی خیر العباد" المعروف بالسیرۃ الشامیہ میں لکھتے ہیں:

مات قبل فی عشرۃ وقیل سنۃ — حضرت ابی بن کعب کا انتقال ۱۹ھ میں ہوا۔
عشرین وقیل اثنتین وعشرین و — بعض نے ان کا سنہ وفات ۲۰ھ اور بعض نے
قیل سنۃ ثلاثین فی خلافۃ — ۳۰ھ بھی بیان کیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت

---

(ما ترجمہ عمر کرشتہ) معلوم نہیں وہ کون ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ روایت ابن عبد البر نے محدث ابو یعقوب یوسف بن احمد صیدلانی کی مشہور کتاب "فضائل ابی حنیفہ" سے نقل کی ہے اور "فضائل ابی حنیفہ" کو وہ اپنے شیخ حکم بن منذر کے واسطے سے خود مصنف سے روایت کرتے ہیں (ملاحظہ ہو الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء صفحہ ۱۲۹ طبع مصر)

[1] الجواہر المضیئہ جلد ا صفحہ ۱۲۲

عثمان قال ابو نعیم الاصبہانی وھذا ھو الصحیح۔ [1]

عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۳۵ھ میں انتقال ہوا ہے۔ ابو نعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے۔

لہٰذا بغیر تحقیق کسی ایک قول کو اختیار کر لینا جیسا کہ حافظ ذہبی نے کیا، ہرگز صحیح نہیں ہے۔ طبقات صحابہ و تابعین کے قدیم ترین مصنف حافظ ابن سعد نے کتاب الطبقات میں حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء کا سنہ وفات ذکر نہیں کیا ہے لیکن حافظ ابن عبدالبر نے "جامع بیان العلم" [2] میں جہاں اس روایت کو ذکر کیا ہے اس کے ساتھ ہی یہ افادہ بھی فرما دیا ہے کہ

وذکر محمد بن سعد کاتب الواقدی ان ابا حنیفۃ رأی انس بن مالک و عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی۔

محمد بن سعد کاتب واقدی نے بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے۔

حافظ عبدالقادر قرشی "الجواہر المضیئۃ" میں حافظ ابن عبدالبر کے ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ھکذا ذکرہ و سکت عنہ۔

ابن عبدالبر نے اسی طرح بعینہ اس کو نقل کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ (جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی اس بارے میں ابن سعد کی رائے سے متفق ہیں)

نہ صرف سکوت بلکہ حافظ ابن عبدالبر نے کتاب الکنیٰ میں بہ صراحت لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے حدیث سنی ہے اور اسی بنا پر ان کا شمار تابعین

---

[1] تسہیل الارشاد:- اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ پیر جھنڈا صاحب راشدی پیر جھنڈو میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔ اس کا سنہ کتابت [illegible]ھ ہے۔

[2] جامع بیان العلم صفحہ [illegible]

میں ہے۔ چنانچہ ان کی اصل عبارت سابق میں نقل کی جا چکی ہے۔

اسی طرح وہ تمام حضرات جنھوں نے صحابہ سے امام صاحبؒ کی روایت پر مستقل اجزاء تصنیف کیے ہیں۔ انھوں نے بھی عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ کی مذکورہ روایت کو اپنے اجزاء میں درج کیا ہے۔ اور مؤلفین اجزاء میں حافظ ابو سعد سمان جیسے حافظ حدیث بھی داخل ہیں لہٰذا اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اکثر حفاظ حدیث کا رجحان یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ کی وفات حافظ ابن الجمانی ہی کی تصریح کے مطابق ہے۔

اس پر بھی غور کیجیے ان علماء میں حافظ ابن سعد، حافظ ابو نعیم اصفہانی، حافظ ابن عبدالبر اور حافظ عبدالقادر قرشی نے بصراحت حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے امام صاحب کے سماع کو ثابت کیا ہے اور ابن سعد، ابو نعیم اصفہانی، ابن عبدالبر یہ وہ حضرات ہیں، جنھوں نے تراجم صحابہ پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اور حافظ ابن المقری، حافظ ابن الجمانی، حافظ ابو سعد سمان اور حافظ عبدالقادر قرشی جیسے اکابر حفاظ کے بارے میں قلت نظر کا گمان کیسے کر ہو سکتا ہے۔ اسی لیے حافظ ذہبی کے بعد آنے والے بہت سے مؤرخین نے ان کی رائے کو قابل التفات نہیں سمجھا اور صاف لفظوں میں فیصلہ کر دیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے اس حدیث کو سنا تھا۔ چنانچہ محدث ابن عراق کی تحقیق ابھی آپ کی نظر سے گزری اور علامہ عبدالحی بن العماد حنبلی المتوفیٰ ۱۰۸۹ھ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب میں رقمطراز ہیں:

| | |
|---|---|
| وذکر الحافظ العامری فی تالیفہ الریاض المستطابۃ وکذلک ملخصہ صالح بن صلاح العلائی | حافظ عامری نے اپنی تالیف الریاض المستطابہ[1] میں اور اسی طرح صالح بن صلاح علائی نے جنھوں نے الریاض المستطابہ کی تلخیص کی ہے۔ ذکر کیا ہے اور یہ |

---

[1] یہ کتاب مطبع شاہجہانی بھوپال سے ۱۳۰۳ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ مصنف کا پورا نام حافظ یحییٰ بن ابی بکر عامری یمنی ہے اور سنہ وفات ۸۹۳ھ ہے۔ الریاض المستطابۃ فی جملۃ من روی فی الصحیحین من الصحابۃ میں یہ عبارت صفحہ ۱۹۰ پر موجود ہے۔

ومن خطی فقلت ان الامام ابا حنیفة رأی عبد اللہ بن الحارث بن جزء الصحابی وسمع منه قوله صلی اللہ علیه وسلم من تفقه فی دین اللہ کفاه اللہ همه ورزقه من حیث لا یحتسب۔ [1]

نے صلاۃ ری کی اصل تحریر سے اس کو نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء صحابی کو دیکھا ہے اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سنی ہے "من تفقه فی دین اللہ کفاه اللہ همه ورزقه من حیث لا یحتسب۔"

مؤرخ ابن العماد نے اس سلسلہ میں بعض علماء کے اشعار بھی نقل کر دیئے ہیں جو ان صحابہ کے اسماء کو نظم کر دیا گیا ہے جن سے امام ابوحنیفہ نے حدیثیں سنی ہیں۔ یہ اشعار ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے درج ذیل ہیں۔

لقی الامام ابو حنیفة ستة من صحب طه المصطفی المختار

امام ابوحنیفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ صحابیوں سے ملاقات کی ہے:

انسا وعبد اللہ نجل انیسهم وسمیه ابن الحارث الکرار

(۱) انس (۲) عبد اللہ بن انیس (۳) عبد اللہ بن الحارث،

وکذا ابن اوفی وابن واثلة الرضی واضمم الیهم معقل بن یسار

(۴) عبد اللہ بن ابی اوفی (۵) عامر بن واثلہ (۶) معقل بن یسار، رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

اور محدث ابو المحاسن یوسف بن حسن بن احمد جمال الدین الصالحی الحنبلی نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب "الاربعین المختارہ من حدیث الامام ابی حنیفہ" میں نقل کیا ہے۔[2]

حافظ ذہبی کی "میزان الاعتدال" اور ابن حجر عسقلانی کی "لسان المیزان" کو پڑھ کر حافظ قاسم بن قطلوبغا کو معلوم نہیں کیا وہم ہوا کہ انھوں نے اس سند کے متعلق یہ شبہ ظاہر کر دیا کہ اس میں جعفر اور محمد بن سماعہ کے درمیان احمد بن الصلت کا واسطہ ہے جو لکھنے سے رہ گیا ہے۔ دلیل کے طور پر انھوں نے تاریخ خطیب کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں

---

[1] جلد اول صفحہ ۲۲۰ [2] الشیخ الکریم صفحہ ۵

جو سند مذکور ہے وہ احمد بن الصلت کے واسطہ سے ہے۔

یہ اعتراض غلط فہمی پر مبنی ہے۔ خطیب نے جو سند نقل کی ہے وہ حفاظ ثلاثہ ابن المقری، ابن الحمانی اور ابو جعفر عقیلی کی بیان کردہ سند سے بالکل مختلف ہے، ان حضرات کی سند میں ابو علی عبیداللہ بن جعفر رازی اپنے والد جعفر بن محمد رازی سے روایت کرتے ہیں جبکہ خطیب نے جس سند کو بیان کیا ہے اس میں عبیداللہ بن جعفر کا سرے سے کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔ جعفر کا بیشک ذکر ہے لیکن وہ جعفر بن محمد نہیں بلکہ جعفر بن علی ہیں یہ اسی طرح اول الذکر رَیّ کے رہنے والے ہیں جب کہ دوسرے صاحب بغدادی ہیں۔ ہم ذیل میں خطیب کی سند نقل کیے دیتے ہیں۔ ناظرین مقابلہ کر کے اطمینان کر لیں:

اخبرنا القاضی ابو العلاء الواسطی حدثنا ابو القاسم علی بن الحسین العلوی المقری

بالکوفۃ حدثنا ابو العباس محمد بن عمر بن الحسین بن الخطاب البغدادی حدثنا

جعفر بن علی القاضی البغدادی حدثنا احمد بن محمد الصلت قال حدثنا محمد بن

سماعۃ القاضی حدثنا ابو یوسف عن ابی حنیفۃ (الحدیث) [1]

علاوہ ازیں جعفر بن محمد اور محمد بن سماعہ کے درمیان کسی واسطہ کی ضرورت بھی نہیں ہے جعفر بن محمد کے صاحبزادے عبیداللہ بن جعفر کا سنہ وفات [illegible] ہے اور ان کے شاگرد ابن ابی حاتم کا سنہ وفات [illegible] ہے۔ جعفر رازی کا سنہ وفات نہیں ملا۔ ان کے صاحبزادے کی تاریخ وفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ یقیناً تیسری صدی کے اوائل میں پہنچا ہوتے ہیں اور محمد بن سماعہ کا انتقال [illegible] میں ہوا ہے۔ اس لیے ان دونوں کا لقا یقینی ممکن ہے۔ احمد بن الصلت تو خود عبیداللہ بن جعفر رازی کے ہمعصر ہیں اس لیے کہ ان کا سنہ وفات [illegible] ہے۔

غرض یہ وہ حدیث ہے جس کی صحت پر خواہ مخواہ محض اس لیے شبہ کیا جا رہا ہے کہ ابن یونس نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنہ وفات [illegible] لکھ دیا ہے اور بعد کے دور میں اس کی روایت احمد بن صلت کے واسطے سے شہرت پکڑ گئی اور وہ اتفاق سے مجروح

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ بغداد جلد ۴ صفحہ [illegible] مطبوعہ مصر

ہے۔ یہ الگ بحث ہے کہ متعصبین نے نعیم بن حماد خزاعی کی توثیق اس لیے کی ہے کہ وہ "مثالب ابی حنیفہ" کا مدون ہے اور احمد بن صلت حمانی پر اس لیے جرح کیا ہے کہ وہ "مناقب ابی حنیفہ" کا مصنف ہے۔ لیکن اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ نہ تو اس روایت میں احمد بن الصلت متفرد ہے کہ اس کو اس بارے میں متہم کیا جائے۔ اور یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی صحت پر جو شبہات کیے جاتے ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔

## ۲۷۔ حضرت عائشہ بنت عجرد سے امام ابو حنیفہ کی روایت

۲۲۔ سید الحفاظ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین حنفی المتوفی ۲۳۳ھ جن کے آگے امام بخاری اور امام مسلم نے علم حدیث میں زانوئے تلمذ تہ کیا ہے اپنی کتاب "التاریخ والعلل" میں رقمطراز ہیں:

| | |
|---|---|
| ان ابا حنیفۃ صاحب الرأی سمع عائشۃ بنت عجرد رضی اللہ عنہا تقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اکثر جند اللہ فی الارض الجراد لا آکلہ ولا احرمہ۔ [1] | یعنی ابو حنیفہ صاحب رائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ روئے زمین پر خدا کا سب سے بڑا لشکر ٹڈی دل ہے میں نہ اس کو کھاتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں۔ |

حافظ ابن حجر عسقلانی "لسان المیزان" میں اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| قلت کذا وقع فی تاریخ یحییٰ بن معین من روایۃ ابی العباس الاصم عن عباس الدوری عنہ۔ [1] | میں کہتا ہوں۔ تاریخ یحییٰ بن معین میں جس کو ابو العباس الاصم نے عباس دوری سے روایت کیا ہے یہ روایت اسی طرح ہے۔ |

اس حدیث کی راویہ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی صحابیت کے بارے میں بعض حضرات نے شبہ کا اظہار کیا ہے ان میں دارقطنی، ذہبی اور ابن حجر بھی پیش پیش ہیں۔ ان حضرات کے شبہ کی بنیاد صرف یہ ہے کہ امام شافعی نے کتاب الام میں حدیث مس ذکر پر بحث کرتے ہوئے کسی جگہ یہ لکھا ہے کہ "معروف نہیں ہیں"۔ امام شافعی کا یہ قول "نہیں" کتاب الام کے

---

[1] لسان المیزان ترجمہ عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا

معلوم نہ ہو سکا جن میں بسرہ کے نقض الوضوء من مس الذکر میں نہیں مل سکا۔ البتہ حافظ ابن حجر نے بھی اس سلسلہ میں "لسان المیزان" میں امام شافعی کے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ اس طرح ہیں۔

| | |
|---|---|
| سمعنا قولنا من خبر بسرة وعائشة | ہم نے اپنے اس قول کو حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا |
| يعيب علينا الرواية عن بسرة | کے علاوہ دیگر لوگوں سے بھی روایت کیا ہے۔ وہ لوگ |
| ويروي عن عائشة بنت عجرد | جو ہمیں حضرت بسرہ سے روایت کرنے پر عیب لگاتے |
| وغيرها من النساء اللواتي | ہیں وہ عائشہ بنت عجرد اور ان جیسی دیگر خواتین سے |
| ليس بمعروفات ويحتج | جو معروف نہیں ہیں روایت کرتے ہیں اور پھر ان |
| بهن ويضعف حديث | کی روایتوں سے حجت قائم کرتے ہیں اور بسرہ کی |
| بسرة مع سابقتها وقدم | حدیث کو ان کی سابقیت اور قدیم الہجرت ہونے |
| هجرتها[1] | کے باوجود ضعیف ٹھہراتے ہیں۔ |

لیکن اس عبارت میں بھی بصراحت ان کی صحابیت کا کہیں انکار نہیں ہے البتہ امام شافعی نے الزامی جواب دیتے ہوئے صرف اس قدر کہا ہے کہ حضرت عائشہ بنت عجرد معروف نہیں ہیں۔ لیکن امام شافعی کے ان کو نہ جاننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صحابیہ ہی نہ ہوں اس لیے کہ اگرچہ امام شافعی ان سے واقف نہیں ہیں تاہم امام ابو حنیفہ، عثمان بن راشد، جلیل بن ارطاۃ جیسے جلیل القدر حضرات نہ صرف یہ کہ ان سے واقف ہیں بلکہ وہ حضرت عائشہ سے روایت بھی کرتے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مجہول شخص سے دو راوی روایت کرلیں تو اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور یہاں تو دو نہیں تین حضرات روایت کرتے ہیں پھر اصول حدیث کا مسلمہ اصول ہے کہ صحابی کی جہالت مضر نہیں ہے اس لیے کہ تمام صحابہ بالاتفاق روایت میں عادل سمجھے جاتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی روایت کردہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے سماع کی خود تصریح بھی موجود ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں:۔

---

[1] ملاحظہ ہو "لسان المیزان" ترجمہ عائشہ بنت عجرد

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول۔ — میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔

اور حافظ یحییٰ بن معین نے اس نقل کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی صحابیت کا برملا اعتراف کیا ہے چنانچہ حافظ ذہبی "تجرید اسماء الصحابہ" میں لکھتے ہیں:

قال ابن معین لہا صحبۃ۔[1] — ابن معین کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے مشرف ہوئی تھیں۔

حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے سنن دارقطنی میں بھی ایک روایت منقول ہے جس کو نقل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں:

لیس لعائشۃ بنت عجرد الا ہذا الحدیث وعائشۃ بنت عجرد لاتقوم بہا حجۃ۔[2] — عائشہ بنت عجرد سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے اور عائشہ بنت عجرد سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔

لیکن علامہ دارقطنی کی یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں اس لیے کہ حضرت عائشہ بنت عجرد سے صرف یہی ایک حدیث مروی نہیں ہے بلکہ دو روایتیں اور بھی مروی ہیں ان میں سے ایک تو یہی حدیث ہے جس کو امام یحییٰ بن معین نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے۔ اور دوسری حدیث "مسند ابی حنیفہ" میں حافظ طلحہ بن محمد نے روایت کی ہے جس کو امام ابوحنیفہ نے عثمان بن راشد کے حوالے سے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے[3]۔ یہ دو حدیثیں تو وہ ہیں جو ہمارے علم میں آسکی ہیں اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہوں لہذا دارقطنی کا یہ کہنا کہ "لیس لعائشۃ بنت عجرد الا ہذا الحدیث" کسی طرح درست نہیں ہے۔

دوسری بات اس لیے صحیح نہیں کہ حافظ ذہبی کی تصریح ہے کہ مستورات میں کوئی راوی مجروح نہیں ہے۔ چنانچہ "میزان الاعتدال" میں لکھتے ہیں:

وما علمت من النساء من اتہمت ولا من ترکوہا۔[4] — اور میں عورتوں میں سے کسی کے بارے میں یہ علم نہیں رکھتا کہ اس کو متہم کیا گیا ہو اور محدثین نے اس سے روایت ترک کی ہو۔

---

[1] صفحہ ۳۰۹ ج ۲ [2] سنن دارقطنی مطبوعہ [illegible] فاروقی دہلی [3] جامع مسانید الامام الاعظم جلد ۲ صفحہ ۲۴۱
[4] میزان الاعتدال جلد ۴ فصل النساء

مولانا ابو تراب رشد اللہ سندھی صاحب العلم الرابع نے اپنی کتاب "الاعلام برواۃ الامام" میں جو مسانید ابو حنیفہ کے تراجم رجال پر مشتمل ہے اور جس کا قلمی نسخہ کاتب حروف کے پیش نظر ہے، حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ان تمام شکوک و شبہات کی پوست کندہ تردید کر دی ہے جو اس سلسلہ میں ان معترضین کو پیش آتے ہیں۔ بحث کی افادیت کے پیش نظر ہم اس کتاب سے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کا تذکرہ بتمامہا نقل کیے دیتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| عائشة بنت عجرد مدعى لها | عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے امام ابو حنیفہ |
| الإدراك من النبي صلى الله عليه وسلم | نے بلا واسطہ بھی روایت کی ہے اور وہ حضور |
| وهو عثمان بن راشد عنها | علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کرتی ہیں اور عثمان |
| عن ابن عباس ذكرها الذهبي | بن راشد کے واسطے سے بھی ان کی روایت حضرت |
| في الميزان وقال: لا تكاد | ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ حافظ ذہبی نے |
| تعرف ـ قال الدارقطني: | میزان میں ان کا ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ معروف |
| ولا تقوم بها حجة ويقال لها | نہیں ہیں۔ اور دارقطنی کہتے ہیں کہ ان سے حجت |
| صحبة ولم يثبت ذلك، | نہیں پکڑی جا سکتی۔ ان کے بارے میں کہا گیا ہے |
| بل ارسلت فاوهمت انها | کہ یہ صحابیہ تھیں مگر یہ بات ثابت نہیں ہے بلکہ انہوں |
| صحابية ـ اهـ ـ اقول: القائل | نے ارسال (یعنی صحابی کا نام درمیان سے حذف) |
| بصحابيتها ابن معين صرح | کر کے یہ وہم پیدا کر دیا ہے کہ وہ صحابیہ ہیں (اھ) |
| به الذهبي نفسه في | میں کہتا ہوں کہ ان کی صحابیت کے قائل ابن معین |
| تجريد الصحابة ولا شك | ہیں، اس کی تصریح خود حافظ ذہبی نے تجرید الصحابہ |
| انه اعلى كعبا من الذهبي و | میں کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن معین |
| من على غيره وحجته ماثلة | ذہبی اور ان جیسے دیگر حضرات سے بلند پایہ تھے۔ |

تاريخه المروي من جهة العباس بن الاصم عن عباس الدوري عن ابن معين ان ابا حنيفة صاحب الرأي سمع عائشة بنت عجرد تقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم - وقول الحافظ ابن حجر انه غلط في العينة فغلط بعد ما اعتبرها مثل ابن معين وحكم بها على صحابيتها وذكر بعضهم اياها في التابعيات انما بسبب الجهل فلا يحتج به على علم لاسيما علم عالم متقن بصير كابن معين فانه رئيس النقاد ورئيسهم باتفاق اهل السداد فلا يدهشك حكم الذهبي في التجريد على قول ابن معين بالشذوذ لان شذوذ الثقة المتفرد بالخبر المنافى لما سواه الاثبات غير مضر عندهم في الصحة

اس امر کی دلیل جو ابن معین کی تاریخ میں مذکور ہے اس تاریخ کو عباس بن اصم، عباس دوری کے واسطے سے ابن معین سے روایت کرتے ہیں۔ اس تاریخ کے الفاظ حسب ذیل ہیں: (امام ابوحنیفہ صاحب الرائی نے حضرت عائشہ بنت عجرد کو یہ فرماتے سنا کہ وہ کہہ رہی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا — حافظ ابن حجر کا اسے غلط کہنا بذات خود غلط ہے۔ اس لیے کہ ابن معین جیسے بلند پایہ شخص نے اس حدیث کا اعتبار کیا ہے اور اس کی بنیاد پر اس کی صحابیت کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اور بعض نے جو اس کا تذکرہ تابعیات کے ضمن میں کیا ہے۔ اس کا سبب بھی جہالت ہے اور علم کے مقابلہ میں جہالت کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا اور خاص طور پر اس وقت جبکہ علم بھی عالم متقن اور بصیرت رکھنے والے کا ہو جیسا کہ ابن معین ہیں۔ اس لیے کہ وہ بالاتفاق ناقدین کے سردار اور ان کے پیشوا ہیں۔ لہذا تجرید الصحابہ میں ذہبی کا ابن معین کے قول کو شاذ کہہ دینا تم کو کسی قسم کی حیرت میں مبتلا نہ کرے۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک ایک ثقہ کا تنہا کسی بات کو بیان کرنا جبکہ وہ دوسرے ثقات کی روایت کے منافی نہ ہو صحت

وبعد تحقيق الصحبة لا يضر جهالتها لان الصحابة كل ما عرف في محدث كلهم عدول - والله تعالى اعلم بالصواب ۔

روایت کے لیے مضر نہیں۔ اور جب حضرت مالکؓ کی صحابیت متحقق ہو گئی تو ان کا معروف نہ ہونا مضر نہیں۔ اس لیے کہ تمام صحابہ جیسا کہ اپنے موقع پر ثابت ہو چکا ہے، عادل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

### ۳۸- امام ابوحنیفہ کی عبداللہ بن ابی حبیبہ صحابی سے روایت

۴۳ خود امام اعظمؒ کی مشہور تصنیف "کتاب الآثار" میں یہ روایت امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ دونوں کے نسخوں میں مذکور ہے :-

ابو حنيفة قال حدثنا عبد الله بن حبيبة قال سمعت ابا الدرداء يقول بينا انا رديف رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يا ابا الدرداء من شهد ان لا اله الا الله واني رسول الله وجبت له الجنة قال قلت له وان زنى وان سرق فسكت عني ثم سار ساعة ثم قال من شهد ان لا اله الا الله واني رسول الله وجبت له

امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن حبیبہؓ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک مرتبہ جب کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا آپ نے مجھ سے فرمایا، اے ابوالدرداء! جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو تب بھی؟ یہ سن کر آپ ذرا دیر خاموش رہے، پھر کچھ دیر چلتے رہے پھر آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ جس نے گواہی

الجنة. قلت: وإن زنى وإن سرق؟ قال: وإن زنى وإن سرق وإن رغم أنف أبي الدرداء. قال فكأني أنظر إلى أصبع أبي الدرداء السبابة يومئ بها إلى أرنبته.[1]

دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ میں نے پھر عرض کیا اگرچہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو تب بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو تب بھی اور اگرچہ ابوالدرداء کی ناک مٹی میں رگڑی جائے جب بھی۔ ابن ابی حبیبہ کہتے ہیں: میں ابوالدرداء کی شہادت کی انگلی کو دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کے ذریعہ اپنی ناک کے بانسے کی طرف اشارہ کرتے جا رہے تھے۔

علامہ ابن عابدین شامی اپنے ثبت[2] عقود اللآلی فی اسانید العوالی میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وقال الشهاب المنيني هذا الحديث يشهد لمن أثبت رواية أبي حنيفة عن الصحابة فإن عبد الله ابن أبي حبيبة عده الحافظ ابن حجر في الصحابة قال

شہاب منینی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس شخص کے دعویٰ کی شاہد ہے جو امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کو ثابت کرتا ہے اس لیے کہ حافظ ابن حجر نے عبداللہ بن ابی حبیبہ کو صحابہ میں شمار کیا ہے چنانچہ وہ "الاصابہ" میں فرماتے ہیں ان کے والد ابوحبیبہ کا نام ادرع بن الاقرع ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب الآثار نسخہ امام ابو یوسف صفحہ ۱۹۶ باب الغزو والجیش حدیث [illegible] (مطبعہ [illegible]) نیز کتاب الآثار نسخہ امام محمد صفحہ ۵۰۶ مطبع جلیل انوار محمدی لکھنؤ

[2] ثبت: وہ کتاب جس میں محدث اپنی روایت کردہ کتابوں کی اسناد اپنے شیخ سے لے کر مصنف تک بیان کرتا ہے۔

| | |
|---|---|
| في الاصابة واسمه الاذرع | انصاری اور اوسی ہیں۔ ابن ابی داؤد کہتے ہیں |
| بن الازعر الانصاري الاوسي | عبداللہ بن جبیر صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ بخاری |
| قال ابن ابي داؤد شهد الحديبية | اور ابن حبان وغیرہ نے ان کا صحابہ میں شمار کیا |
| وذكره البخاري وابن حبان و | ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ یہ "قبا" میں سکونت پذیر |
| غيرهما في الصحابة وقال البغوي كان يسكن قباء | تھے۔ |

شہاب الدین احمد بن علی منینی جن کی تحقیق علامہ شامی نے نقل کی، بڑے پایہ کے محدث ہیں ۱۱۷۲ھ میں انھوں نے وفات پائی ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین منینی کے علاوہ متاخرین محدثین میں اور بھی متعدد حضرات ہیں جنھوں نے اپنے "اثبات" میں اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ الانصاری صحابی کی روایت ہی قرار دیا ہے اور اس کو صحابہ سے امام ابوحنیفہ کی روایت کا شاہد گردانا۔ ان حضرات میں شیخ عبدالباقی حنبلی، محدث ابن عقیلہ حنفی المتوفی ۱۱۵۰ھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔[2]

لیکن خود حافظ ابن حجر نے "الایثار لمعرفۃ رواۃ الآثار" میں ان کا جو ترجمہ لکھا ہے، وہ حسب ذیل ہے۔

| | |
|---|---|
| عبد الله بن ابي حبيبة الطائي | عبداللہ بن ابی حبیبہ طائی حضرت ابو |
| عن ابي الدرداء وعنه ابو | الدرداء رضی اللہ عنہ سے اور امام ابوحنیفہ ان |
| حنيفة روى عنه ابو اسحاق | سے روایت کرتے ہیں۔ ابن ابی حبیبہ سے ابو اسحاق |
| حديثا اخرج في افراد الدارقطني | نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے جو افراد |
| وقال ابن ابي حاتم عبد الله | دارقطنی میں ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ عبداللہ |
| بن ابي حبيبة عن ابي امامة | بن ابی حبیبہ حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ |
| بن سهل وعنه بكير بن عبد الله | سے روایت کرتے ہیں اور ان سے بکیر بن عبداللہ |
| بن الاشج ولم يذكر فيه | بن الاشج۔ ابن ابی حاتم نے ان کے بارے میں |

---

[1] و [2] ملاحظہ ہو "عقود اللآلی" صفحہ ۹۰-۹۱ طبع شام

جرح نمبر ۵

کسی قسم کی جرح نقل نہیں کی ہے۔

حافظ صاحب نے عبد اللہ بن ابی حبیبہ کو انصاری کے بجائے طائی قرار دیا ہے لیکن اس دعویٰ کی صحت کے لیے کوئی قرینہ چاہیے۔ ابن ابی حاتم کی جو عبارت حافظ صاحب نے نقل کی ہے اس میں جس عبد اللہ بن ابی حبیبہ کا تذکرہ ہے وہ حضرت ابو الدرداء سے نہیں بلکہ حضرت ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ صاحب کے اس بیان سے بعض لوگوں کو بھی ان کے تابعی ہونے کا شبہ ہو گیا ہے۔

متاخرین میں حافظ ابو المحاسن دمشقی نے امام اعظم کے مناقب پر ایک مفصل کتاب قلم بند کی ہے جس کا نام "عقود الجمان فی مناقب النعمان" ہے۔ موصوف نے اس کتاب میں امام صاحب کی صحابہ سے روایت کی بحث میں زیادہ تر حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر وغیرہ کے مذکورہ بالا بیانات پر ہی انحصار کیا ہے جن پر ہم ابھی سیر حاصل بحث کر چکے ہیں اس کے علاوہ انھوں نے مزید نکتہ سنجی یہ بھی فرمائی ہے جس کا خلاصہ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر مکی المتوفی ۹۷۳ھ کے الفاظ میں حسب ذیل ہے :-

| | |
|---|---|
| قال بعض متأخري المحدثين | متاخرین محدثین میں سے ایک صاحب |
| ممن صنف في مناقب الامام | نے جنھوں نے امام ابو حنیفہ کے مناقب پر مبسوط تصنیف |
| ابي حنيفة كتابا حافلا مفصلا | کی ہے اس باب میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ |
| جزم خلائق من ائمة الحديث | یہ ہے کہ ائمہ حدیث کی ایک مخلوق کثیر نے اس |
| بانه لم يسمع من احد من الصحابة | امر کا یقین کر لیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کسی |
| شيئا واحتجوا باشياء منها | صحابی سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے ان حضرات |
| ان الائمة اصحابه الاكابر | نے بطور دلیل جن چیزوں کا ذکر کیا ہے ان میں |
| كابي يوسف ومحمد وابن | سے ایک یہ بھی ہے کہ امام صاحب کے اصحاب میں |
| المبارك وعبد الرزاق وغيرهم | جو اکابر ائمہ ہیں مثلاً امام ابو یوسف، امام محمد، ابن |

۱: الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار کا قلمی نسخہ مولانا محمد عبد الرشید نعمانی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے اس کتاب میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب الآثار بروایت امام محمد کے راویوں کا حال لکھا ہے۔

لم ينقلوا عنه شيئا من ذلك
ولو كان لنقلوه فانه مما
يتنافس فيه المحدثون ويعظم
افتخارهم به فان كل سند
فيه انه سمع من صحابي
لا يخلو من كذاب و
باشباه هذا قالوا واما
رؤيته لانس وادراكه
لجماعة من الصحابة
بالسن فصحيحان لاشك
فيهما وما وقع للعيني
انه اثبت سماعه من الصحابة
رده عليه صاحبه الشيخ
الحافظ قاسم الحنفي والظاهر
ان سبب عدم سماعه ممن
ادركه من الصحابة انه
اول امره اشتغل بالاكتساب
حتى ارشده الشعبي
لما رأى من باهر
نجابته الى الاشتغال
بالعلم . ولا يسع من له
ادنى المام بعلم الحديث
ان يذكر خلاف ما ذكرته

المبارک اور عبدالرزاق وغیرہ انھوں نے اس
سلسلہ میں کچھ نقل نہیں کیا حالانکہ اگر ایسی بات
ہوتی تو یہ حضرات اس کو ضرور نقل کرتے کیونکہ
یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس پر محدثین آپس میں
رشک کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے ان کا
فخر اور بڑھ جاتا ہے بات یہ ہے کہ ہر وہ سند
جس میں یہ مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کسی صحابی
سے سنا ہے اس میں کوئی نہ کوئی کذاب راوی
موجود ہے نیز اور باتیں بھی اس سلسلہ میں ان
حضرات نے بیان کی ہیں اسی کے ساتھ وہ یہ
بھی کہتے جاتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا حضرت انس
رضی اللہ عنہ اور اپنی عمر کے لحاظ سے بہت سے
صحابہ کو پانا یہ دونوں باتیں بے شک صحیح ہیں
اور عینی نے جو امام صاحبؒ کا سماع بعض صحابہ
سے نقل کیا ہے اس کی تردید خود ان کے شاگرد
حافظ قاسم حنفی ہی نے کر دی ہے۔ امام صاحبؒ
نے جن صحابہ کو پایا اور پھر ان سے حدیثیں نہ سنیں
اس کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ
اوائل عمر میں کسب معاش میں مشغول رہے تا آنکہ
امام شعبی نے آپ کو غیر معمولی ہونہار دیکھ کر تحصیل
علم کی طرف رہنمائی کی۔ (اس مصنف کا دعوی
ہے کہ) جس شخص کو علم حدیث سے معمولی لگاؤ
بھی ہو اس کو یہ گنجائش نہیں کہ وہ میرے اس

انفی عن صاحب کلام ذلک | بیان کے خوف زبان کھول سکے۔ یہ تقاضہ ہے
المحدث۔ [1] | محدث مذکور کی تنقید کا۔

لیکن اول تو یہ نکتہ سنجی قواعد محدثین کے خلاف ہے چنانچہ خود علامہ ابن حجر مکی کو اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد یہ اعتراف کرنا پڑا کہ

| | |
|---|---|
| وقاعدة المحدثين ان | محدثین کا یہ قاعدہ کہ اتصال کا راوی نفی |
| راوی الاتصال مقدم علی | کے راوی پر مقدم ہے کیونکہ وہ مزید علم رکھتا ہے |
| راوی الانقطاع لان معه زيادة | نفی کے قول کی تائید کرتا ہے اس بات کو دو |
| تؤيد ما قاله البعض فليتفطن لذلك فانه مهم | رکھنا چاہیے کیونکہ یہ اہم بات ہے۔ |

ثانیاً یہ محض غلط ہے کہ ہر وہ روایت جس میں امام صاحبؒ کا کسی صحابی سے سماع مذکور ہے اس میں کوئی نہ کوئی غلط راوی موجود ہے کیونکہ ہم نے جو روایات پیش کی ہیں ان کے رواۃ میں کسی غلط کا پایا جانا تو درکنار کسی راوی کے متعلق ضعف کا ثابت کرنا بھی مشکل ہے۔

ثالثاً یہ کہنا کہ امام صاحبؒ کے اصحاب سے اس سلسلہ میں یک لفظ منقول نہیں ہے اس لیے غلط ہے کہ ان حدیثوں کے نقل کرنے والے خود امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ ہیں اور امام یحییٰ بن معین اگرچہ امام صاحب کے واسطہ شاگرد نہیں ہیں لیکن وہ صاحبین کے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور ان کا تھوڑا اثر حنفیہ کی طرف ہے۔

رابعاً اس قسم کا دعویٰ کرنا متاخرین کے لیے تو ویسے بھی زیب نہیں کہ متقدمین کی اکثر کتابیں پچھلے ادوار میں ناپید ہو چکی تھیں ہاں یہ دعویٰ اس شخص کے لیے بیشک زیب دیتا ہے جس کی نظر متقدمین کی کتابوں پر ہو جیسے ابن ندیم کہ اس کے سامنے قدماء کی تصنیفات تھیں اس کی شہادت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں یہ ہے کہ

| | |
|---|---|
| وکان من التابعين لقی عدة | وہ تابعی تھے اور متعدد صحابہ سے ان کی |
| من الصحابة۔ [2] | ملاقات ہوئی ہے۔ |

---

[1] وصلہ صفحہ ۱۳ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم طبع دار الکتب العربیۃ الکبری بمصر ۱۳۲۶ھ

[2] صفحہ ۲۹۹ الفہرست طبع مطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ

خامساً عدم سماع کا یہ سبب بیان کرنا کہ امام صاحبؒ ابتدائے عمر میں کسب معاش میں مشغول تھے اس لیے صحابہ سے حدیثیں نہ سن سکے بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ وجہ عدم کثرت روایت کی تو بیشک ہو سکتی ہے لیکن نفس عدم روایت کی نہیں اس لیے کہ جب رؤیت صحابہ خود معترضین کو تسلیم ہے تو پھر ایک دو روایت کے سماع میں اور وہ بھی اتفاقاً ہو جانے میں شبہ کی کیا گنجائش ہے اور ہمارا دعویٰ امام صاحبؒ کے بارے میں یہ نہیں ہے کہ انھوں نے صحابہ سے بکثرت روایتیں کی ہیں بلکہ اصل دعویٰ یہ ہے کہ رؤیت صحابہؓ کی طرح صحابہ سے ان کی روایت بھی ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ اس دعویٰ پر روایت ہو یا رؤیت کسی حیثیت سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا خاص طور پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کان یخضب بالصفرۃ جس کا بار بار ذکر آچکا ہے ایسی روایت ہے جس کی صحت خود معترضین کو بھی تسلیم ہے۔

جانے خود ہے کہ امام مسلم کے نزدیک اگر دو ہم عصروں میں لقاء کا امکان ہو تو گو ان کی روایت میں سماع کی تصریح نہ بھی ہو بلکہ روایت محض معنعن ہو جب بھی روایت متصل ہی سمجھی جائے گی۔ اور امام بخاری کے نزدیک اگر دو معاصروں میں ایک لحظہ کی ملاقات بھی ثابت ہو جائے تو جتنی حدیثیں بھی ایک معاصر اپنے دوسرے معاصر سے نقل کرے گا اتصال ہی پر محمول ہوں گی۔ لیکن یہاں الٹا معاملہ ہے۔ معاصرت اور امکان لقاء نہیں بلکہ صحابہ سے امام اعظمؒ کی ملاقات تک کا معترضین کو اعتراف ہے۔ پھر یہ روایات بھی لفظ عن نہیں بلکہ سمعت اور حدثنا کے صیغے سے ہیں مگر منکرین ہیں کہ کسی طرح ماننے کے لیے تیار نہیں۔ سچ ہے ؎

تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

علامہ محقق محدث حرم شیخ الشیوخ ابراہیم بن حسن کورانی المتوفی ۱۱۰۱ھ کے الفاظ حسب ذیل ہیں :-

| | |
|---|---|
| ان ادرک ابی حنیفۃ جماعۃ من | امام ابو حنیفہ کا صحابہ کی ایک جماعت کو پانا |
| الصحابۃ و روٰیتہ لبعضھم | اور ان میں سے بعض کی زیارت کرنا صحیح اور ثابت |

| | |
|---|---|
| ثابت صحیح واما روایته عن بعضهم فصححها بعضهم وضعفها آخرون فهو من التابعین بهذا فتنطلق عندنا رضی الله عنهم اجمعین۔ سلہ | ہے۔ رہی یہ بات کہ ان حضرات کی زیارت کی ہے روایت بھی کی تو بعض لوگ اس روایت کی تصحیح کرتے ہیں اور بعض تضعیف۔ بہر صورت وہ تابعین کے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔ |

اسی کے ساتھ علامہ مخدوم ہاشم محدث سندھی کا یہ فیصلہ بھی پڑھ لیجیے :-

| | |
|---|---|
| واما روایته الحدیث عن الصحابة فمختلف فیه والظاهر ثبوتها عند من ثبتت له رؤیته۔ سلہ | صحابہ سے امام صاحبؒ کے حدیث کی روایت کرنے کا مسئلہ اگرچہ مختلف فیہ ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ جن حضرات صحابہ کی زیارت ثابت ہے ان سے روایت کا بھی ثبوت ہے۔ |

# تابعین میں افضل کون ہے؟

تابعیت کے باب میں محدثین میں ایک بحث یہ بھی چلی آتی ہے کہ حضرات تابعین میں افضلیت کے درجہ پر کون فائز ہے۔ چنانچہ محدثین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق مختلف صفات کو ملحوظ رکھتے ہوئے متعدد حضرات کے نام لیے ہیں لیکن اگر کثرت ثواب کو پیش نظر رکھ کر اس بحث کا فیصلہ کیا جائے تو فضیلت کی قبا حضرات تابعین میں امام ابو حنیفہ کے علاوہ اور کسی صاحب کے بدن پر راست نہیں آتی۔ حق تعالیٰ شانہ نے امام ابو حنیفہ کے مذہب کو چار دانگ عالم میں جو شہرت اور قبولیت عطا فرمائی ہے اس میں ان کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ علامہ عبدالباقی بن احمد الفاضل الشامی نے اپنی تالیف لطیف "العوارد المذبہ من قواعد النخبہ" میں جو اصول حدیث پر ان کی بیش بہا تالیف ہے اس مسئلہ پر جو داد تحقیق دی ہے وہ بڑی قابل قدر ہے :-

---

سلہ واضح رہے کہ محدث کوثری نے اپنی تصنیف "مسالک الابرار" میں امام اعظم کی تابعیت پر بھی بڑی تفصیل سے کلام کیا ہے جس کا مجمل محدث سنبھلی نے اپنے "ثبت" میں ان الفاظ میں تحریر کر دیا ہے جو ہم نے اوپر نقل کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو التعلیق القویم صفحہ ۹۵ سلہ التعلیق القویم صفحہ ۲۰

وافضلهم رأي التابعين سعيد بن المسيب او قيس بن ابي حازم او الحسن البصري او علقمة او ابو عثمان النهدي او مسروق او اويس القرني قال العراقي وهو الصواب لحديث عمر مرفوعاً ان خير التابعين رجل يقال له اويس اخرجه مسلم كما في التقريب واقول ان كان المراد بالافضلية الزيادة في امر مخصوص كالزهد والورع والحفظ وسعة الرواية فمسلم لكنه غير المتبادر وان المراد بها كثرة الثواب المستلزم لرفعة الدرجات وقرب الرحمن عند الله تعالى فافضلهم على الاطلاق ابو حنيفة النعمان بن ثابت لا يشك في ذلك الا مكابر وقاصر الاطلاع۔

تابعین میں سب سے افضل یا سعید بن المسیب ہیں یا قیس بن ابی حازم یا حسن بصری یا علقمہ یا ابو عثمان نہدی یا مسروق یا اویس قرنی اور عراقی کی رائے میں حضرت اویس کی افضلیت قرین صواب ہے۔ اس لیے کہ حضرت عمر کی مرفوع حدیث ہے "خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس ہے" یہ مسلم کی روایت ہے جیسا کہ تقریب میں مذکور ہے۔ اور میری رائے اس باب میں یہ ہے کہ اگر افضلیت سے کسی مخصوص صفت مثلاً زہد، ورع، حفظ حدیث اور کثرت روایت میں زیادتی مراد ہو تو یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے، مگر اس بات کی طرف جلدی سے ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ اور اگر افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہو جس کا نتیجہ رفع درجات اور تقرب الٰہی ہے تو اس صورت میں یقینی طور پر اس مرتبہ کے حامل امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں اور یہ ایسی بات ہے جس میں بجز کم علم اور مکابر کے اور کوئی شک نہیں کر سکتا۔

واما كونه من التابعين فلانه ولد سنة ثمانين باتفاق المحدثين والمؤرخين والسن من الضبط والتمييز عند اكثر الائمة خمس فيكون قد ادرك ابا الطفيل فانه قد مات سنة

رہا امام ابوحنیفہ کا تابعی ہونا سو محدثین و مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے۔ ان کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور اکثر ائمہ کی رائے میں پانچ سال کی عمر ضبط و تمیز کی عمر شمار ہوتی ہے۔ انھوں نے صحابہ میں سے ... اصحاب کو پایا ہے۔ (۱) حضرت

مقدم على راوي الانقطاع لأن بعض
الرواة وإن ضعف فقد تقوى
بالمتابعة وما نحن بصدده
العقل إذ من أبعد البعيد
أن يكون في عصره جماعة من
أكابر الصحابة وهو يلتقط
العلم من صدور الرجال وأفواه
الرجال ويطلب طلب الضالة
المنشودة وهم في بلده أو بينه
وبينهم مسيرة أيام ولا يرحل
إليهم بل لو كان بينه و
بينهم مسافة أعوام وسائر
الناس يهرعون إليهم من
كل فج عميق ويسرعون إليهم
من كل قطر سحيق لاستأنف
ما أخذ العلم عنهم
بالوسائط ولرأى نفسه
أحق بالرحلة.
وأما كونه أكثر
ثوابا فلقوله عليه السلام
من سن سنة حسنة
كان له أجرها وأجر
من عمل بها إلى يوم القيامة

ہے۔ لیکن یہ قاعدہ ہے کہ اتصال کا راوی انقطاع
کے راوی پر مقدم ہوتا ہے۔ اگر بعض رواۃ اس باب
میں ضعیف ہوں تب بھی متابعت کے ذریعہ ان
کی تقویت ہو گئی ہے۔ پھر عقل کا فیصلہ بھی یہی ہے
اس لیے کہ یہ بعید از قیاس ہے کہ امام صاحبؒ کے
زمانہ میں اکابر صحابہ کی جماعت موجود ہو اور امام
صاحبؒ راویوں کے سینوں اور لوگوں کی زبانوں
پر جو علم ہو اسکے حاصل کرنے میں مصروف ہوں
پھر طلب علم میں انہاک کا یہ عالم ہو کہ گویا کوئی
گم شدہ چیز طلب کر رہے ہیں۔ اور صحابہ تو خود
ان کے شہر میں موجود ہوں یا چند روزہ راہ کی
مسافت پر ہوں اور پھر بھی وہ ان کی خدمت
میں سفر کر کے نہ پہنچیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر
صحابہ سالہا سال کی مسافت پر بھی ہوتے اور
امام صاحبؒ لوگوں کو یہ دیکھتے کہ وہ دور دور
سے دوڑ دوڑ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے
تھے اور مسافت بعیدہ سے ان کی زیارت کے
لیے چلے آرہے ہیں تو یقیناً سب سے پہلے صحابہ
سے اس علم کو حاصل کرتے جو پہلے انھوں نے
بواسطہ حاصل کیا تھا اور اپنے آپ کو ان حضرات
کی طرف سفر کرنے کا زیادہ حق دار سمجھتے۔
رہی یہ بات کہ امام صاحب کثرت ثواب
میں سب تابعین پر فائق ہیں اس کی دلیل یہ

| | |
|---|---|
| ولا شك في ان لابي حنيفة | حدیث نبوی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے |
| مثل اجر كل من قلده | فرمایا ہے جس نے کوئی نیکی کی راہ نکالی اس کو |
| وعمل بمذهبه الى | اس نیکی کا بھی اجر ملے گا اور ان لوگوں کا بھی |
| انقراض المقلدين | جو قیامت تک اس پر عمل کرتے رہیں گے۔ اور |
| بل مثل اجور جميع | اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کو اتنا |
| المجتهدين والمتكلمين | ہی اجر ملے گا جتنا کہ ان کے ہر مقلد کو قیامت |
| ومقلديهم لانه اول | تک ان کے مذہب پر عمل کرنے والے کو |
| من اجتهد و الف | بلکہ امام ابو حنیفہؒ کو اتنا اجر ملے گا جتنا کہ تمام |
| في الفقه والكلام. | مجتہدین و متکلمین اور ان کے مقلدین کے لئے |
| صرح به صاحب | کیونکہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اجتہاد |
| التبصرة وغيرها۔ | سے کام لے کر فقہ و کلام میں تصنیفات کیں چنانچہ |
| فَخُذْ مَا اٰتَیْتُكَ | صاحب تبصرہ وغیرہ نے اس بات کو صراحت |
| وَكُنْ مِّنَ الشَّاكِرِيْنَ۔ | کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لہٰذا ہماری بات کو |
| ط | اس کی قدر کیجئے۔ |

الحمد للہ رہوار قلم نے منزل پر پہنچ کر دم لیا، شروع میں یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ بحث اتنی طویل ہو جائے گی مگر

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

# امام ابوحنیفہ کی تابعیت

## کتابیات

مضمون کی ترتیب و تسوید میں درج ذیل مصنفین کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

① ابن ابی حاتم محمد بن ادریس المنذر التمیمی الحنظلی ۳۲۷ھ

کتاب الجرح والتعدیل۔ الطبعۃ الاولیٰ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۳۷۱ھ

② ابن الجزری محمد بن محمد ۸۳۳ھ

غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۵۱ھ

③ ابن الجوزی العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ (قلمی)

④ ابن حجر احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ

① الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (مصر مطبعۃ مصطفیٰ محمد ۱۳۵۸ھ ۱۹۳۹ء جلد ۴) ② الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار (قلمی) ③ تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ (الطبعۃ الاولیٰ۔ الہند دائرۃ المعارف [illegible]) ④ تقریب التہذیب مع التقریب للشیخ محمد الطاہر (دہلی مطبع مجتبائی [illegible]) ⑤ تہذیب التہذیب (الہند حیدرآباد دائرۃ المعارف النظامیۃ [illegible] جلد ۱۰) ⑥ الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ (مصر دار الکتب الحدیثۃ قاہرہ) ⑦ فتح الباری شرح صحیح البخاری (مصر مطبعۃ خیریہ [illegible]) ⑧ لسان المیزان (الہند حیدرآباد دائرۃ المعارف النظامیۃ [illegible] جلد ۱) ⑨ نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (طبع لاہور)

⑤ ابن حجر مکی شہاب الدین احمد ۹۷۳ھ

الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم (مصر دار الکتب العربیۃ [illegible])

⑥ ابن حیان وکیع محمد بن خلف [illegible] اخبار القضاۃ (مصر مطبعۃ السعادۃ [illegible])

⑦ ابن خلکان شمس الدین احمد بن محمد ۶۸۱ھ وفیات الاعیان فی انباء ابناء الزمان (مصر [illegible])

(۸) ابن الصلاح ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن سنہ ۶۴۳ھ
معرفۃ علوم الحدیث المعروف بمقدمۃ ابن الصلاح (حلب مطبعۃ العلمیۃ سنہ ۱۳۵۰ھ طبع اول)

(۹) ابن عابدین شامی سید محمد عقود اللآلی فی الاسانید العوالی (شام مطبعۃ المعارف ۱۳۰۱ھ)

(۱۰) ابن عبد البر ابو عمرو یوسف بن عبد البر النمری القرطبی سنہ ۴۶۳ھ (۱) جامع بیان العلم وفضلہ وما ینبغی فی روایتہ وحملہ (مصر مطبع منیریہ) (۲) الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء (مصر مکتبۃ القدسی سنہ ۱۳۵۰ھ) (۳) کتاب الکنی (قلمی) (اس کا قلمی نسخہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری کے کتب خانہ میں ہے)

(۱۱) ابن عراق ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی سنہ ۹۶۳ھ
تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ (مصر مکتبۃ القاہرہ)

(۱۲) ابن العماد عبد الحی الحنبلی سنہ ۱۰۸۹ھ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب (بیروت مکتب تجاری)

(۱۳) ابن فہد تقی الدین مکی لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ

(۱۴) ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ (مصر مطبعۃ السعادۃ بجوار مصر ۱۳۵۱ھ جلد ۱۴)

(۱۵) ابن منظور جمال الدین محمد بن مکرم الانصاری الافریقی سنہ ۷۱۱ھ لسان العرب (طبع جدید)

(۱۶) ابن ندیم محمد بن اسحاق الندیم ابو الفرج سنہ ۳۸۵ھ الفہرست (طبع استقامۃ مصر)

(۱۷) ابن وزیر الیمانی العواصم والقواصم (قلمی۔ ۴ جلدیں)

(۱۸) ابو اسحاق شیرازی شافعی سنہ ۴۷۶ھ طبقات الفقہاء (بیروت دار الرائد ۱۴۰۱ھ)

(۱۹) ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سنہ ۱۵۰ھ (۱) کتاب الآثار نسخہ امام محمد (لکھنؤ مطبع انوار محمدی) (۲) کتاب الآثار بروایت ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری سنہ ۱۸۲ھ (مصر مطبعۃ الاستقامۃ ۱۳۵۵ھ)

(۲۰) ابو المحاسن محمد بن یوسف بن علی بن یوسف الصالحی الدمشقی سنہ ۹۴۲ھ عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان (قلمی)

(۲۱) ابو نعیم الاصفہانی احمد بن عبد اللہ سنہ ۴۳۰ھ مسند ابی حنیفہ (قلمی)

(۲۲) تقی الدین محمد الفاسی الحسنی سنہ ۸۳۲ھ العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین (مصر مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ ۱۳۷۸ھ)

(۲۳) حسن بن حسین بن احمد الطرابلسی رسالہ فی مناقب الائمۃ الاربعۃ (قلمی)

(۲۴) الخطیب البغدادی ابو بکر احمد بن علی سنہ ۴۶۳ھ تاریخ بغداد او مدینۃ السلام (مصر مطبعۃ السعادۃ)

(۲۵) دارقطنی ابو الحسن علی بن عمر سنہ ۳۸۵ھ السنن (دہلی مطبع فاروقی)

(٢٦) الذہبی ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان م ٧٤٨ھ (١) تجرید اسماء الصحابۃ (٢) تذکرۃ الحفاظ (دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، طبع سوم - ٣ جلدیں) (٣) سیر اعلام النبلاء بتحقیق صلاح الدین المنجد (مصر دار المعارف - جلد ٣) (٤) العبر فی اخبار من غبر (٥) معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار (مصر دار الکتب الحدیثۃ) (٦) مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ ابی یوسف و محمد بن الحسن الشیبانی (مصر دار الکتاب العربی)

(٢٧) رشد اللہ سندھی ابو تراب صاحب العلم الرابع الاعلام بسادات الاعلام (قلمی)

(٢٨) زبیدی محمد مرتضیٰ ابو الفیض م ١٢٠٥ھ (١) اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین (مصر مطبع میمنیہ ١٣١١ھ) (٢) شرح القاموس المسمی بتاج العروس من جواہر القاموس (بیروت مکتبۃ الحیاۃ)

(٢٩) زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی م ٨٠٦ھ التقیید والایضاح بحاشیہ مقدمہ ابن صلاح (حلب [illegible])

(٣٠) سبط ابن الجوزی ابو المظفر جمال الدین یوسف بن قزغلی البغدادی م ٦٥٤ھ الانتصار والترجیح (مصر [illegible])

(٣١) السبکی تاج الدین عبدالوہاب طبقات الشافعیۃ الکبریٰ (مصر مطبعہ عیسیٰ البابی ١٣٨٣ھ)

(٣٢) سخاوی شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن م ٩٠٢ھ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث (لکھنؤ مطبع [illegible])

(٣٣) سلمی ابو عبدالرحمٰن کتاب السوالات عن الدارقطنی (قلمی)

(٣٤) السمعانی ابو سعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی م ٥٦٢ھ الانساب (طبع لیڈن)

(٣٥) السیوطی جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر م ٩١١ھ (١) تبییض الصحیفۃ (طبع دہلی بر حاشیہ کشف الاستار ایضاً) (٢) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی (طبع مصر) (٣) ذیل اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ (لکھنؤ مطبع علوی)

(٣٦) الشامی محمد بن یوسف شامی شافعی سبیل الرشاد فی ہدی خیر العباد المعروف بالسیرۃ الشامیۃ (قلمی)

(٣٧) صدیق حسن خان م ١٣٠٧ھ (١) ابجد العلوم (بھوپال مطبع صدیقیہ ١٢٩٥ھ) (٢) اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء والمحدثین (کانپور مطبع نظامی ١٢٨٨ھ) (٣) التاج المکلل (طبع [illegible]) (٤) الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ (کانپور مطبع نظامی ١٢٨٣ھ) (٥) منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول (بھوپال مطبع شاہجہانی ١٢٩٩ھ)۔

(٣٨) الصیمری ابو عبداللہ حسین بن علی م ٤٣٦ھ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (قلمی فوٹو مجلس علمی کراچی)

(۲۹) طاش کبری زادہ احمد بن المصطفیٰ ۹۶۸ھ مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ (حیدرآباد دکن دائرۃ المعارف)

(۳۰) عبدالباقی بن احمد الفاضل الشافعی شرح المولد الشریف (قلمی محفوظ کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت (مدینہ))

(۳۱) عبدالحق محدث دہلوی شیخ ۱۰۵۲ھ ① تحصیل التعرف فی الفقہ والتصوف (قلمی) ② لمعات شرح مشکوٰۃ (لاہور مطبع معارف علمیہ ۱۳۲۷ھ)

(۳۲) عبدالحی لکھنوی ابوالحسنات ۱۳۰۴ھ ① اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ (طبع علیٰ الخیابا لکھنؤ، مطبع یوسفی الانصاری ۱۳۱۱ھ) ② السعی المشکور فی رد المذہب المأثور (مصر شوکت اسلام ۱۲۹۱ھ)

(۳۳) عبداللہ در قرشی الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ (حیدرآباد دکن، دائرۃ المعارف)

(۳۴) علاؤ الدین علی المتقی الہندی البرہان فوری ۹۷۵ھ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال (الہند طبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد ۱۳۱۲ھ)

(۳۵) علی بن سلطان محمد القاری الہروی ۱۰۱۴ھ ① مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (ملتان مکتبہ امدادیہ) ② شرح نخبۃ الفکر (مطبع اخوت ۱۳۲۷ھ)

(۳۶) القرطبی ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری ۶۷۱ھ الجامع لاحکام القرآن (قاہرہ مطبعۃ دار الکتب المصریۃ ۱۳۶۹ھ)

(۳۷) القسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ۹۲۳ھ (مصر مطبعۃ کبریٰ الامیریہ بولاق ۱۳۲۳ھ ایضاً لکھنؤ مطبع نامی)

(۳۸) قطلوبغا قاسم بن قطلوبغا زین الدین ۸۷۹ھ تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ (بغداد مطبعۃ العانی)

(۳۹) قہستانی شمس الدین محمد الجامع شرح مختصر الوقایہ (کلکتہ ۱۲۷۴ھ)

(۵۰) کردری محمد بن محمد الکردری البزازی ۸۲۷ھ مناقب الامام الاعظم ابوحنیفہؒ (دکن دائرۃ المعارف النظامیہ)

(۵۱) محمد اکرم السندی احسان الشکر (قلمی)

(۵۲) محمد حسن السنبھلی ۱۳۰۵ھ تنسیق النظام فی مسند الامام (کراچی، کارخانہ تجارت کتب)

(۵۳) محمد زاہد الکوثری تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب (مصر مطبعۃ دار تجلید الانوار ۱۳۶۱ھ)

(۵۴) محمد شاہ صدیقی عمدۃ الاصول فی احادیث الرسول (قلمی)

# بمناسبت قران سعدین

## عزیزم ڈاکٹر پروفیسر محمد عبدالشہید

ابن الاخ الاکبر العلامۃ الفہامۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید نعمانی

## با دختر نیک اختر انور بنت حافظ عتیق اللہ خان ٹونکی

نتیجۂ فکر:
ڈاکٹر محمد عبدالرحمن غضنفر

تعالی اللہ چہ بزم دلنواز ست
در احسان حق بروے فراز ست

ہمہ حضار اہل علم و فضل اند
ہمہ بدنام تقصیر کفر و جہل اند

مرام از عقد این مجلس عظیم ست
مگو ہرگز کہ مقصد زر و سیم ست

در ایشاں ہست مرد اہل ثروت
کہ می جوید فلاح قوم و ملت

ہم او موصوف با تقوی و ورع
بجان و دل مطیع امر شرع

بمہماں می خوراند مرغ و ماہی
الٰہی کن عطایش چتر شاہی

ز صلب او ست دختر ماہ پیکر
قسیمہا الاتقی رب باسم انور

مشفقۃ مخدرۃ عفیفۃ
محترمۃ مدبرۃ شریفۃ

پدر را باسم حافظ نام کردند
بہر مجلس ندائے عام کردند

دگر اہل کرم عبدالرشید ست
کہ او ظل سر عبدالشہید است

یکے این ست و دیگر آب نکوکار
یکے اصل و دگر شاخ ثمردار

نکاح انور و عبدالشہید ست
بحق ما صبح روز عید است

میانِ بلبل و گل ازدواج ست — تعالی اللہ چہ بہتر امتزاج ست

دگر اعمام نوشہ نیز بودند — کہ رنگ و رونق مجلس فزودند

یکے عبد العلیم آن علم پرور — دگر عبد الحلیم آن حلم گستر

مظفر با ظفر دائم قرین است — غضنفر عبد رحمٰن اہل دین ست

وجودِ نوشہ و اخوانِ نوشہ — بدان مانند کہ گوئی ہالہ و مہ

یکے زانہا پروفیسر شمیم است — پروفیسر ضیاء مردِ کریم ست

محمد احمد آن مردِ نکونام — سزاوارِ ثناء احمدی باکرام

زاستادانِ نوشہ ہست موجود — عزیز القدر عزت از رہ جود

اتانا شیخنا المصری کراما — فنشکر علی هذا النوال

واسأل مخلصاً یرفع اللہ — مراتبہ الی قلل المعالی

لہ عند الوریٰ عز عظیم — وشانٌ شامخٌ فی کل حال

درین موقع رسید از راہِ لسن دور — شد از تشریف او این بقعہ پرنور

بآخر این مجالس یافت پایان — بخوش اسلوبی و خوبی نمایان

بمنزل خویش ہر کس بست سامان — خرامان شادمان و گل بدامان

دعاگویان ثناخوانان برفتند — مگر بعد آنکہ نوشیدند و خوردند

بمہمانان غضنفر گفت بدرود
جبینِ خود بپائے ہر یکے سود